

اسلامی طبی اخلاقیات



پیما پبلی کیشنز



اسلامی طبی اخلاقیات

قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں
ایک مسلمان ڈاکٹر کیلئے ضابطہ اخلاق

پاکستان اسلامک میڈیکل ایسوسائیٹ PIMA

پیما پبلی کیشنز

9/2 جیل روڈ، گلبرگ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب :	اسلامی طبی اخلاقیات
طبع اول :	اپریل ۲۰۰۳ء
طبع دوم :	دسمبر ۲۰۰۶ء
طبع سوم :	ماрچ ۷۰۰۷ء
طبع چہارم :	نومبر ۷۰۰۷ء
طبع پنجم :	اپریل ۲۰۰۸ء
طبع ششم :	جنولائی ۲۰۰۸ء
طبع ہفتم :	ماрچ ۲۰۰۹ء
تعداد :	تین ہزار
ناشر :	پیاپیلی کیشنز، جیل روڈ گلبرگ ۷ لاہور
قیمت :	۳۵ روپے

عنوانات

عنوان	شمار	صفحہ
پیش لفظ	۱-	۵
چند بنیادی باتیں	۲-	۷
ضابط اخلاق کے مأخذ	۳-	۱۳
بنیادی فلسفہ اخلاقیات	۴-	۱۷
دیانت، خلوص، سچائی، خیرخواہی	۵-	۲۰
خوش اخلاقی	۶-	۲۳
علمی دیانتداری	۷-	۲۷
بے لوٹی	۸-	۳۱
احترام آدمیت	۹-	۳۳
غصہ سے پرہیز	۱۰-	۳۵
خوش طبعی - ظرافت	۱۱-	۳۷
رازداری	۱۲-	۳۹
مریض کو مایوس نہ کریں	۱۳-	۴۲
سفرارش	۱۴-	۴۴
مریض کی خواہش پوری کرنا	۱۵-	۴۶
سچی گواہی	۱۶-	۴۸
مریض کی عیادت	۱۷-	۵۰

۵۲	مریض کی اخلاقی تربیت اور دعا	-۱۸
۶۳	مریض کے لیے تفصیلی ہدایات - مریض کا معاشرہ	-۱۹
۶۵	حرام دواؤں سے پرہیز	-۲۰
۶۶	قریب المرگ مریض - موت، تدفین	-۲۱
۶۷	کمرہ انتظار میں پڑھنے کا مواد	-۲۲
۶۹	طبعی خدمت کا معاوضہ	-۲۳
۷۲	بد عملی (Malpractice)	-۲۴
۸۰	شعائر اسلامی کا لحاظ	-۲۵
۸۳	وقت کی پابندی	-۲۶
۸۵	خواتین مریض	-۲۷
۸۷	خواتین ڈاکٹروں اور نرسوں کے لیے ہدایات	-۲۸
۸۹	ساتھی ڈاکٹروں سے تعلقات	-۲۹
۹۲	مسلم ڈاکٹروں کے خصوصی اوصاف	-۳۰



پیش لفظ

مریضوں کے علاج اور دیکھ بھال کے ضمن میں طبی اخلاقیات کا موضوع بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر کاذاتی اخلاق و کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ عام لوگوں کو یہ بات کہتے نہ ہے کہ ڈاکٹر کے اچھے اخلاق کی وجہ سے مریض کی آدمی بیماری تو علاج کے بغیر ہی دور ہو جاتی ہے۔ ہر انسانی معاشرے نے بلا تفریق مذہب و ملت طبی اخلاقیات کی اہمیت کو پہچانا ہے اور اس کے لیے قانون سازی بھی کی ہے۔ لیکن اسلام نے جہاں انسانوں کو زندگی کے ہر شعبے میں مکمل رہنمائی دی ہے وہاں طبی اخلاقیات کا بھی ایک مکمل نظام عطا کیا ہے۔

اسلام کے علاوہ جتنے بھی نظامہائے زندگی ہیں وہ انسانوں کے اپنے وضع کردہ ہیں اس لیے ان میں ہمیشہ غلطیاں ہوتی ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے اور خود خالق کائنات کا تجویز کردہ نظام زندگی ہے۔ اس لیے اس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظام زندگی کو خود اپنایا اور نا صرف اس پر خود عمل کیا بلکہ اس کو زمین میں نافذ بھی کیا۔ اس کی سب تفصیلات اسوہ حسنہ کی شکل میں ہمارے پاس محفوظ ہیں اور بنیادی رہنمائی کے لیے قرآن موجود ہے۔

آپ کی زیر نظر کتاب میں طبی اخلاقیات کے موضوع پر قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں تمام تفصیلات کو سمجھا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں اسلام کی بنیادی اخلاقی تعلیمات درج کی گئی ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان ڈاکٹر سے اللہ کا دین کیا تو قعات رکھتا ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب شعبہ طب سے تعلق رکھنے والے تمام پیشہ و را فراد کی اخلاقی تربیت کے لیے مفید ثابت ہوگی۔

چند بنیادی باتیں

اصل موضوع پر بحث کرنے سے پہلے چند بنیادی حقیقوں کا فہم و ادراک بے حد ضروری ہے۔ ان حقیقوں کا تعلق برآوراست انسان سے ہے۔ ایک عقل و شعور رکھنے والا انسان جب اس دنیا میں ہوش سنبھالتا ہے تو اس کے ذہن میں کئی سوال جنم لیتے ہیں۔

میں کون ہوں؟ میری ہستی کیسے وجود میں آئی؟ یہ کائنات جس میں موجود ہوں اس کی ابتداء کیسے ہوئی؟ کیا یہ سب کچھ خود بخوبی بن گیا یا اس کا پیدا کرنے والا کوئی ہے؟ اگر ہے تو وہ کون ہے؟ اس کائنات میں میری حیثیت کیا ہے؟ میرے لیے زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ کیا ہوتا چاہیے؟ کیا موت انسان کے وجود کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتی ہے؟ یا اس کے بعد بھی کچھ ہے۔ کیا اس کائنات کا نظام خود بخوبی جملہ رہا ہے یا کوئی اعلیٰ مدیر اور منتظم موجود ہے جو اس کی ہر وقت ٹگرائی کر رہا ہے؟ انسان زندگی کے کسی مرحلے میں کسی اعلیٰ دارفع ہستی کے سامنے جواب دہ ہے یا نہیں؟ اگر اسکی کوئی ہستی ہے تو اس کے ساتھ انسان کا صحیح تعلق کیا ہے؟ دوسرے انسانوں کے ساتھ میرے تعلقات کی نوعیت کیا ہوئی چاہیے؟ وہ محوس کرتا ہے کہ اس کی فطرت میں قدرتی طور پر برائی اور اچھائی کا تصور موجود ہے۔ اس کی فطرت گواہی دیتی ہے کہ یہ کام اچھے ہیں اور یہ کام برے ہیں۔ پھر وہ یہ دیکھتا ہے کہ کچھ لوگ عمر بھر برائیاں کرتے ہیں اور دوسرے انسانوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بناتے ہیں وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور بھلے کام کرنے والے لوگ بھی اس دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ اس دنیا میں نہ برے لوگوں کو کوئی سزا ملتی ہے اور نہ بھلے لوگوں کو کوئی انعام ملتا ہے۔ یہ تو عادلانہ نظام نہ ہوا۔

کیا اس کائنات کی بنیاد عدل پر نہیں؟

انسان اپنی زندگی میں جو بھی طرزِ عمل اختیار کرتا ہے اور اپنی زندگی کا جو بھی مقصد متعین

کرتا ہے اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ اس نے ان سوالات کا کیا جواب تلاش کیا ہے اور اس کے جواب کے صحیح یا غلط ہونے کا انحصار اس پر ہے کہ یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس کیا ذرائع ہیں۔ یا کون سے ذرائع کو اس نے قابل اعتقاد سمجھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو جو علم میر ہے وہ اس کی روشنی میں ان سوالوں کا صحیح جواب تلاش کرنا اور حقائق معلوم کرنا اس کے لیے ممکن ہے، ہی نہیں۔ سائنسی طرز فکر استعمال کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ ہاں ایسا ہو سکتا ہے یا ایسا نہیں، ہو سکتا لیکن وہ کسی حتمی فیصلے پر نہیں پہنچ سکتا۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ انسان کو اس دنیا میں صرف ایک بار ہی آنا ہوتا ہے اس زندگی میں اس کو جتنا وقت دیا گیا ہے یہی اس کا کل سرمایہ ہے۔ یہ مہلت دوبارہ اسے میر نہیں ہوگی۔ ایسا ممکن نہیں ہے کہ وہ یہ زندگی گزارنے کے بعد یہ کہے:

”افسوس! میں نے تو غلط مفروضوں کی بنابر غلط مقصد کے لیے زندگی گزار دی ہے
اب مجھے ایک اور موقع دیا جائے تاکہ میں اپنی غلطیاں درست کر سکوں۔“

اس بنابر یہ معاملہ انتہائی اہمیت اختیار کر لیتا ہے کہ اس کائنات میں انسان اپنی حیثیت بہت احتیاط سے صحیح طور پر متعین کرے اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگی کا مقصد طے کر کے اس کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔

رب کائنات کا تصور ہمیشہ انسان کی فطرت میں موجود رہا ہے۔ بہت کم لوگ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے خدا کے وجود کا انکار کیا ہے۔ نبی کریمؐ کے زمانے میں مشرکین مکہ بھی یہ اقرار کرتے تھے کہ اللہ ہی ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ وہی ہمیں رزق دیتا ہے۔ آسمان سے پانی برساتا ہے۔ کھیتیاں اگاتا ہے جو لوگ بظاہر خدا کا انکار کرتے ہیں ان کے لا شعور میں بھی خدا موجود رہتا ہے اور زندگی میں کسی نہ کسی مرحلے پر وہ خدا کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔ فرعون تمام عمر اپنی خدائی کے ڈنکے بجا تارہا اور بظاہر رب العالمین کا انکار کرتا رہا لیکن جب وہ ڈوبنے لگا تو پکارا تھا کہ میں بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لاتا ہوں۔ جس خدا کو اس نے عمر بھر غلط مفروضوں اور اپنی خواہشات نفس کے پردوں میں چھپائے رکھا تھا موت

کو سامنے دیکھتے ہی اس کا وجود اس پر عیاں ہو گیا۔ ماضی قریب میں جس بڑی تہذیب نے خدا کے وجود کا انکار کیا وہ کیمونٹ نظریہ حیات تھا۔ لیکن جب دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر کی یلغار نے انھیں بے بس کر دیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہٹلر چند روز میں ما سکو پر قبضہ کر لے گا تو خدا کے سب سے بڑے منکر شالن نے اپنے ملک کے سب عبادت خانے کھلوائے اور لوگوں سے اپیل کی کہ خدا سے دعا کریں کہ وہ ہٹلر کی یلغار سے ہمیں بچائے۔ یہی بات قرآن نے ان الفاظ میں بیان کی ہے:

”وَهُوَ اللَّهُ الْيَہِیْ بِہِ جو تَحْسِیْنٍ خَشَکَیْ اُور تَرْتِیْ میں چلا تا ہے چنانچہ جب تم کشتوں میں سوار ہو کر بادِ موافق پر فرحاں و شاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکا یک بادِ مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجودوں کے تپھیرے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے۔ اس وقت سب اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس سے دعا میں مانگتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکر گزار بندے بنیں گے مگر جب وہ ان کو بچالیتا ہے تو پھر وہی حق سے مخرف ہو کر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں۔“ (سورہ یونس: ۲۳، ۲۴)

رب کائنات کے وجود کا اقرار کر لینے کے بعد اور یہ حقیقت تسلیم کر لینے کے بعد کہ انسان خود اپنے محدود علم کی روشنی میں اس کائنات میں نا تو اپنی صحیح حیثیت کا تعین کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنی زندگی کا مقصد جان سکتا ہے اس کے لیے اور کوئی چارہ کا راس کے سوانحیں رہتا کہ خود رب کائنات کی طرف سے اس کے لیے ہدایت کا بندوبست کیا جائے اور اصل صورت حال ہے بھی یہی جس کا ذکر قرآن میں یوں کیا گیا ہے:

”بے شک (انسان کو) ہدایت دینا ہماری ذمہ داری ہے۔“

(ایم۔ ۱۲)

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جب پہلا انسان پیدا کیا تو اسے ہدایت کی مکمل

روشنی عطا کی گئی اس لیے آدم علیہ السلام نا صرف پہلے انسان تھے بلکہ پہلے نبی بھی تھے۔ پھر انبیاء کی بعثت کا یہ سلسلہ زمانہ دراز تک جاری رہا اور مختلف قوموں میں اللہ کے نبی آتے رہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتے رہے۔ ان انبیاء کے ذریعے سے اور ان آسمانی کتابوں اور صحیفوں کے ذریعے سے انسان کو غیب کی وہ معلومات دی گئیں جنہیں جانے کا انسان کے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ ان میں کائنات کی تخلیق، خدا کی وحدانیت، اس کی ذات، صفات اور اختیارات کے بارے میں معلومات کے علاوہ سب سے اہم خبر یوم آخرت کے بارے میں دی گئی کہ انسان کی زندگی موت کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ایک مدت گزرنے کے بعد اسے حشر کے روز دوبارہ فتنی زندگی عطا کی جائے گی جس میں وہ اپنی دنیا کی گزاری ہوئی زندگی کا حساب دے گا اور اس کے اعمال کے مطابق انعام پائے گا یا سزا کا سحق ہو گا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس کائنات کی بنیاد پر انہیں پہنچیں بلکہ عدل پر رکھی گئی ہے۔ یہ انسان کی حیثیت کا حقین علم ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے۔ قرآن اسے علم اليقین کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔

اس کائنات میں صرف دو جمادات ایسی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کو میں نے امتحان کے لیے پیدا کیا ہے۔ ایک انسان ہیں اور دوسرے جنات۔ سورہ ملک میں ارشاد فرمایا:

”نہایت بزرگ و برتر ہے وہ جس کے ہاتھوں میں کائنات کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ جس نے زندگی اور موت کو اس لیے بیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزمایا کر دیجئے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے اور وہ زبردست بھی ہے اور درگز رفرمانے والا بھی۔ (الملک: ۲۸)

اگر کسی کا امتحان لیما مقصود ہو تو اس کے لیے تمن تھا شے پورا کرنا ضروری ہے اول یہ کہ اسے یہ بتایا جائے کہ امتحان لینے والے کے نزدیک صحیح راستہ کیا ہے اور غلط کیا۔ یہ ضرورت اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور آسمانی کتب بیچھ کر پوری کر دی۔ دوسرا تقاضا یہ تھا کہ جو

ہدایت اس کی طرف بھیجی گئی ہے وہ اس کی ساعت، بصارت اور عقل و فہم سے بالا تر نہ ہو بلکہ وہ اسے سن کر دیکھ کر اور عقل و فہم سے کام لے کر صحیح نتائج اخذ کر سکتا ہو یہ ضرورت بھی اللہ تعالیٰ نے پوری کی۔ سورہ انخل میں فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے تھیس تمہاری ماؤں کے پیون سے نکلا اس حالت

میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اس نے تھیس کان دیے، آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دیے اس لیے کہ تم شکر گزار بنو۔“ (انخل: ۷۸)

تیری اہم ضرورت یہ تھی کہ انسان کو اپناراستہ انتخاب کرنے کی پوری آزادی دی جائے۔ نہ تو وہ صحیح راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو اور نہ ہی اسے زبردست غلط راستے کی طرف دھکیلا جائے۔ یہ اختیار کی آزادی ہے جس کے بغیر کسی کا امتحان لینے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ سورہ دھرم میں درج ذیل آیت میں نہ صرف اس اختیار کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ باقی دو تقاضے پورا کرنے کا بھی ذکر ہے۔ فرمایا:

”ہم نے انسان کو ایک مخلوط نظر سے پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیں

اور اس غرض سے ہم نے اسے سنبھالنے اور دیکھنے والا ہیلیا۔ ہم نے اسے راستہ

دکھایا خواہ وہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔“ (الدھرم: ۳۲)

اللہ تعالیٰ نے انہیاں کرام اور آسمانی کتب کے ذریعے انسان کو یہ خبر دی ہے کہ اس امتحان میں کامیابی کا انحصار ایمان بالغیب، اعمال صالحی اور تقویٰ پر ہے۔ جیسا کہ سورہ عنكبوت میں فرمایا:

”اور جو لوگ ایمان لاتے ہوں گے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے

ہوں گے ان کو ہم ضرور صاحبین میں داخل کریں گے۔“ (عنکبوت: ۹)

پھر اس امتحان میں کامیابی پر انعام کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف آخرت کی زندگی میں ہی نہیں بلکہ اس دنیا کی زندگی میں بھی ہے۔ سورہ الاعراف میں فرمایا:

”اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روشن اختیار کرتے تو

ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ مگر انہوں نے تو جھٹلا دیا۔ لہذا ہم نے انھیں اس بری کمائی کے حساب میں پکڑ لیا جو وہ سمیت رہے تھے۔“ (الاعراف: ۹۶)

اسی طرح جو لوگ زندگی کے اس امتحان میں ناکام ہو جائیں گے ان کی دنیا کی زندگی بھی خراب گزرے گی اور آخرت میں وہ ہولناک عذاب کے مستحق ہوں گے جیسا کہ سورہ طہ میں فرمایا:

”جو میرے درس نصیحت سے منہ موڑ لے گا اس کے یہ دنیا میں نگ
(بے سکون) زندگی ہو گی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا انھائیں
گے۔“ (ط: ۱۲۳)

”اس طرح ہم حد سے گزرنے والے اور اپنے رب کی آیات نہ
ماننے والے کو (دنیا میں) بدلہ دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب زیادہ سخت
اور زیادہ دیر پا ہے۔“ (ط: ۱۲۷)

ایمان اور عقیدہ کی منزل سے گزرنے کے بعد انسان پر دو طرح کی ذمہ داریاں
عامد ہوتی ہیں جن سے انسان کے نیک یا بد اعمال کی پرکھ ہوتی ہے۔ پہلی ذمہ داریوں کا تعلق
اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔ انھیں حقوق اللہ کہا جاتا ہے اور دوسری ذمہ داریاں یعنی نوع
انسان سے متعلق ہیں۔ یہ حقوق العباد ہیں۔ حقوق اللہ میں تمام عبادات (نماز، روزہ، حج،
زکوٰۃ)، جہاد، رزق حلال کا حصول، یہی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ اللہ کا قانون اس
زمین پر نافذ کرنا اور انسان کو زندگی میں جتنے بھی معاملات پیش آتے ہیں ان کے بارے میں
وہ رویہ اپناتا جس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو۔ یہی تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم
میں انسان کی زندگی کے ہر معاملے میں صحیح رویہ کی نشاندہی کی ہے اور نبی آخر الزمان نے اس
کے مطابق عمل کر کے دکھایا ہے۔ آپ کا یہ عمل اسوہ حسنة کی شکل میں محفوظ ہے۔ یہی قرآن کی
تعلیمات اور رسول کی سنت ہمارے لیے معیار ہے۔

حقوق العباد میں سب سے اہم والدین سے حسن سلوک کا حکم ہے۔ اس کے بعد

قریب ترین رشتہ داروں، ہمایوں، مسافروں، قیدیوں، غرباء، مسکین، بیواؤں، سانکلوں، مصیبت زدہ انسانوں، بیماروں اور تمام بنی نوع انسان سے بھلائی کا رویہ اختیار کرنے ان کی مدد کرنے اور ان کی تکلیفوں کا ازالہ کرنے کا حکم ہے۔ سب سے اہم بات تمام انسانوں سے خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آنا اور زم گفتگو کرنا ہے۔ اس کے بعد ان کی مالی مدد کرنا، ان کی ضرورتیں پوری کرنا، اور ان کے مصائب دور کرنے کا حکم ہے۔ مومن کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ کسی کا حق نہیں مارتا اور دوسرے بھائی کو بے سہارا نہیں چھوڑتا۔ کسی دوسرے انسان کا دل دکھانا، غیبت کرنا، بہتان لگانا اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ قیامت کے روز حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

ڈاکٹر کا پیشہ ایسا ہے کہ اس میں حقوق العباد خاص اہمیت حاصل کر جاتے ہیں کیوں کہ اس میں ڈاکٹر کا تعلق عمر بھر دوسرے انسانوں سے مسلسل قائم رہتا ہے اور انسان بھی وہ جو اپنی یا اپنے عزیز واقر ب کے دکھ اور تکلیف میں مدد کے لیے اس سے رجوع کرتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر خدا خونی اختیار کرتے ہوئے اسلامی اخلاقیات اور پیشہ ورانہ دیانتداری کے اصولوں پر عمل کر کے دنیا میں بھی نیک نامی کما سکتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور بھی سرخزو ہو سکتا ہے۔

ضابطہ اخلاق کے مأخذ

انسان کی ہمیشہ یہ ضرورت رہی ہے کہ وہ زندگی کے مختلف معاملات چلانے کے لیے اپنے لیے ایک ضابطہ اخلاق طے کرے۔ وہ اس بات کا فیصلہ کرے کہ یہ کام صحیح ہیں اور یہ غلط۔ یہ نقصان دہ ہیں اور یہ فائدہ مند۔ یہ قواعد و ضوابط ایک فرد اپنے لیے بھی بناتا ہے اور ایک معاشرہ اپنے افراد کے لیے قانون سازی کے ذریعے بھی تافذ کرتا ہے۔ جدید رجحان کے مطابق ایک معاشرہ میں یا ملک میں کچھ منتخب یا غیر منتخب با اختیار لوگ اکثریتی رائے سے یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔ اور عموماً وہی چیز صحیح قرار پاتی ہے جس سے ان حکروں کو، ان کے ملک کو اور ملک کے عوام کو دنیا کی اس زندگی میں کوئی فائدہ حاصل ہو رہا ہو۔ چاہے اس سے انہی جیسے انسانوں کو جو کسی اور ملک میں بنتے ہوں کتنا ہی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اس طرح یہ ضابطے خالص مادی نقطہ نظر سے بنائے جاتے ہیں ان میں اخلاقیات کی جھلک کم ہوتی ہے۔ اس طرح انسان کے بنائے ہوئے ضابطوں میں کبھی ثبات اور دوام نہیں ہوتا۔ آج ایک چیز غلط قرار پاتی ہے تو کل وہی عمل مباح ہو جاتا ہے۔ کچھ ملکوں میں کل تک موت کی سزا رائج تھی اب اسے ساقط کر دیا گیا ہے۔ خود امریکہ کی کچھ ریاستوں میں یہ سزا رائج ہے اور کچھ میں نہیں۔ بیسویں صدی کے اوائل میں امریکی کا گرس نے شراب پر پابندی کا قانون پاس کیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر اس کے جائز ہونے کا بل پاس کر دیا۔ تھی حال غیر فطری جنسی فعل کا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک اس کے جائز ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن اب کئی ملکوں میں یہ ناصرف جائز ہے بلکہ ہم جس شادیوں کو بھی قانونی تحفظ حاصل ہو گیا ہے۔

انسان کے بنائے ہوئے اقدار اور ضابطوں کے اس طرح آئے روز بدلتے رہنے

کی وجہ یہ ہے کہ وہ قیاس، گمان اور نسلی اور وطنی تھقیبات و میلانات کی روشنی میں تکمیل پاتے ہیں اور یہ سب چیزیں تغیر پذیر ہیں۔ انسان اپنے لیے ایک مکمل، مستقل اور مسکون ضابطہ اور قانون اس لیے بھی نہیں بناتا کہ اس کا علم محدود ہے۔ وہ اپنے تحقیق کردہ سائنسی ذرائع سے خود اپنی ذات، کائنات، اپنے حصی انجام اور رب کائنات کے بارے میں صحیح اور مکمل معلومات حاصل کرنے سے قاصر ہے۔ اسی لیے اس کے لیے اس بات کا تھین کرنا بھی مشکل ہے کہ خود اس کے لیے کون سی اقدار اور ضابطے مفید ہیں۔ وہ اپنے جذبات اور نفسانی خواہشات سے ایسا مغلوب ہوتا ہے کہ جائز اور ناجائز کی تیزی کھو بیٹھتا ہے۔ انسانی علم کے ساتھ ساتھ انسانی عقل بھی محدود ہے اور وہ فیضے کرتے وقت ہمیشہ صحیح نتائج پر نہیں پہنچ پاتی۔ اس ساری کائنات میں صرف رب کائنات کا علم ہی ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ حکیم بھی ہے اور اپنے بندوں کے لیے رؤوف و رحیم بھی۔ سورہ ملک میں ارشاد ہوا ہے:

”کیا وہی نہ جانے گا جس نے بیدا کیا اور وہی باریک بیان اور باخبر ہے۔“ (الملک: ۱۲)

سورہ الحمد میں فرمایا:

”وَهُوَ اللَّهُ الْعَلِيُّ تَوَهُّبُهُ جو أَپْنَى بَنْدَهُ بِصَافٍ صَافٍ آَتَيْنَاهُ نَازِلًا كَرَرَهَا
هُنَّا كَتَحْسِينَ تَارِكِيُّوْنَ سَعَى نَكَالَ كَرَرُوشَنِيَّ مِنْ لَيْلَةٍ إِلَيْلَةٍ اَوْ حَقِيقَتَ يَوْمٍ
كَهُنَّدَهُمْ پُرْنَهَايَتْ شَفِيقٌ اُورْمَهْرِيَانَ (رَوْفٌ اُورْحَمِيمٌ) ہے۔ (الحمد: ۹)

یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی انتہائی شفقت اور مہربانی ہے کہ اس نے انسان کو رہنمائی کے لیے س کی محدود عقل اور علم کے حوالے کر کے تاریکیوں میں بھکنے کے لیے نہیں چوڑ دیا بلکہ اپنے لا محدود علم اور حکمت کی روشنی میں اس کی زندگی کے لیے بہترین لائچ عمل، ضابطہ اور قانون خود عطا فرمایا ہے۔ یہ ضابطہ حیات اس رب کائنات کی طرف سے تجویز کردہ ہے جو نا صرف انسان کی فطرت، ضروریات اور خواہشات سے خوب واقف ہے بلکہ اس کے ذہن میں گزرنے والے خیالات اور وسوسوں کی بھی اس کو خبر رہتی ہے۔ سورہ ق میں فرمایا:

”ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں ابھرنے والے
وسوں تک کوہم جانتے ہیں۔ ہم اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ اس کے
قریب ہیں۔“ (ق: ۱۶)

رب کائنات کی طرف سے یہ ضابطہ حیات ہمیں انبیاء کے توسط سے وحی
(Revelation) کے ذریعے عطا فرمایا گیا ہے۔ یہ انسان کی سب ضرورتوں اور اس کی
فلاح (Welfare) کو منظر رکھ کر ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ تمام انسانوں کے لیے کافی ہے اور
ہر زمانے کی ضروریات پوری کرتا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس میں کسی خاص قوم یا
قبیلے کو کوئی رعایت نہیں دی گئی۔ یہ کسی ملک یا زمانے کے لیے نہیں۔ کسی رنگ یا نسل کے لیے
نہیں۔ یہ تو پوری انسانیت کے لیے ہے۔ وحی کے ذریعے تجویز کردہ ضابطہ اخلاق ہزاروں
سال سے ایک ہی چلا آ رہا ہے۔ یہ کبھی ارتقائی مرحلے سے نہیں گزرا۔ ہر پیغمبر خدا نے ایک ہی
سچائی کی طرف دعوت دی۔ اس میں کوئی کمزوری، خرابی، نقص اور اختلاف نہیں۔ اس وقت یہ
ضابطہ حیات اور ضابطہ اخلاق ہمارے پاس قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت
(اسوہ حسنہ) کی شکل میں بغیر کسی تحریف و تبدل کے دستیاب ہے۔

بنیادی فلسفہ اخلاقیات

پہ کائنات اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ جس طرح ہم اپنے گھروں میں رنجش، فساد، تا انصافی اور لڑائی بھڑکے کو پسند نہیں کرتے اسی طرح اللہ کو بھی یہ باتیں ناپسند ہیں۔ ان چیزوں سے بچنے اور زمین میں امن و سکون، بھائی چارہ، محبت و یگانگت اور ایثار کی فضائل قائم کرنے کا بہترین طریقہ اعلیٰ اخلاقیات ہیں جن کی اسلام نے ہمیں تعلیم دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مجھے اعلیٰ اخلاق کی تجھیں کے لیے بھیجا گیا ہے۔“ (حدیث)
اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ اخلاق ہی ایک خوبگوار اور مطمئن معاشرہ کی ضمانت ہیں۔
قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:
”جس نے کسی ایک انسانی زندگی کو بچایا تو گویا اس نے ساری انسانیت
کو بچالیا۔“ (المائدہ - ۳۲)

یہی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جیۃ الوداع کے موقعہ پر یوں فرمائی:
”تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے کے لیے
اس طرح محترم ہوئی چاہیں جس طرح آج عرفات کا دلن، جس طرح مکہ کا یہ
مقدس شہر اور جس طرح ذوالحجہ کا یہ مہینہ محترم ہیں۔“ (خطبہ جیۃ الوداع)
اس طرح انسانی جان اور عزت کے حوالے سے ایک ڈاکٹر کی ذمہ داری بے حد اہم
ہو جاتی ہے کہ کہیں وہ اپنی بداخلاتی سے کسی مریض کو ایذ اٹھانے پہنچائے اور اپنی غفلت سے اس کی
جان کو خطرے میں نہ ڈال دے۔
اسی طرح مال کی حرمت بھی ہے کہ مریض کی بے بسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس

بے زیادہ سے زیادہ مالی مفاد حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

رضائے الٰہی، خوفِ خدا

مomin کی زندگی کا اصل مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ اسی میں اس کی دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ وہ خواہ کسی پیشے سے تعلق رکھتا ہو وہ اپنے روزمرہ کے کام سر انجام دیتے وقت صرف وہی طریقے اپنائے گا جو اس کے اللہ کو پسند ہوں اور ان تمام کاموں سے اجتناب کرے گا جو اللہ کو ناراض کر دینے والے ہوں۔ بظاہر دنیاداری کے کام انجام دیتے ہوئے بھی وہ ہر قدم پر رضائے الٰہی کا پورا اہتمام کرے گا۔ اس طرح اس کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے ہاں عبادت قرار پائے گی۔ یہی حال ایک مسلم ڈاکٹر کا بھی ہے۔ وہ مریض سے جو بھی معاملہ کرتا ہے۔ اس کے ذریعے سے وہ اصل میں رضائے الٰہی کا طالب ہوتا ہے۔ وقتی یا مالی فوائد اس کا مقصود نہیں ہوتے۔ گواں کی محنت اور کوشش سے اللہ تعالیٰ مریضوں کو صحت عطا فرماتا ہے۔ انسانوں کو فائدہ پہنچا ہے۔ کچھ مالی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ شہرت و عزت بھی ملتی ہے۔ لیکن رضائے الٰہی تلاش کرنے والے مسلمان ڈاکٹر کے نزد یہک یہ سب کے سب فوائد ٹانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ اصل مقصد اپنے اللہ کو راضی کرنا ہے۔ ایسے ڈاکٹر کا اخلاق انتہائی بلند یوں پر ہوتا ہے اور اسے اللہ کی رضا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی ملتی ہے۔

ایک مسلمان ڈاکٹر کے لیے ضروری ہے کہ اپنی پیشہ دارانہ زندگی میں رضائے الٰہی کے لیے کوشش رہے اور تقویٰ اور خدا خونی کو اپنا شعار بنائے۔ یہ صلاحیت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور گناہوں سے بچنے کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اے ایمان والو! اللہ سے ذردا اور ہر شخص کو چاہیے کہ اس نے کل کے لیے جو کچھ کیا ہے اس کا اچھی طرح جائزہ لے اور اللہ سے ذرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ اس سے اچھی طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔“

(سورہ الحشر۔ ۱۸)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور
تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کتنے مسلم ہو۔“

(سورہ آل عمران - ۱۰۲)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق ہی

بدلہ دیا جائے گا۔“ (بخاری و مسلم)

اس لیے ہر مسلمان ڈاکٹر کو ہمہ وقت اپنی نیت پر نظر رکھنی چاہیے اور رضاۓ الہی کا
حصول ہی اس کی زندگی کا مقصد ہونا چاہیے۔

دیانت، خلوص، سچائی، خیرخواہی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ”دین خیرخواہی کا نام ہے“ اور یہ کہ ”مسلمان، مسلمان کا خیرخواہ ہوتا ہے۔“ ایک مسلمان ڈاکٹر کا یہ فرض بنتا ہے کہ اپنے مریضوں کے ساتھ خلوص اور دیانت داری کا روایہ اپنائے۔ خیانت نہ کرے۔ مریض کا معائنہ کرنے۔ صحیح تشخیص تک پہنچنے اور صحیح علاج کرنے میں کوئی کوتاہی اس سے سرزد نہ ہو۔ مریض کو سرسری طور پر دیکھ کر کوئی ادھراً دھر کر ٹرخا دینا خیانت ہے۔ ڈاکٹروں کی لا پرواہی سے بعض اوقات کئی خطرناک مرض چھپے رہ جاتے ہیں اور ان کا اس وقت پتا چلتا ہے جب وہ ناقابل علاج ہو چکے ہوں۔ اپنی پیشہ و رانہ زندگی میں ہم اس کی بے شمار مثالیں دیکھتے ہیں۔ خیانت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا بڑا جرم ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل قرآنی آیات سے لگایا جاسکتا ہے:

”جو لوگ اپنے نفس سے خیانت کرتے ہیں تم ان کی حمایت نہ کرو اللہ کو ایسا شخص پسند نہیں جو خیانت کا اور معصیت پیش ہو۔“ (النساء۔ ۱۰۷)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو جانتے ہو جنتے بوجنتہ اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں خیانت کا رتکاب نہ کرو۔“

(الانفال۔ ۲۷)

”یقیناً اللہ مدافعت کرتا ہے ان لوگوں کی طرف سے جو ایمان لاتے ہیں۔ یقیناً اللہ کسی خائن کا فرنعت کو پسند نہیں کرتا۔“ (آل جمع۔ ۳۸)

جس مرض کا علاج دوائے ہو سکتا ہے اس کے لیے سرجی کا مشورہ دینا شدید ترین بد دیانتی ہے۔ اسی طرح جو حاملہ خاتون نارمل طریقے سے بچ پیدا کر سکتی ہو اس کوی سیکشن تجویز

کرنا بھی بہت بڑی خیانت ہے۔ یہ عام طور سے اس لیے کیا جاتا ہے کہ زچ کو قدرتی طریقے سے بچ کی پیدائش کے لیے دیر تک Trial دینا پڑتا ہے۔ اس کے لیے ڈاکٹر کو زیادہ محنت اور مشقت انھانی پڑتی ہے اور بعض اوقات رات کو نیند سے انھنا پڑتا ہے۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہی سیکشن کر کے مریض سے زیادہ فیس وصول کی جاسکتی ہے۔

ایسے مشورے آج کل عام طور پر مریض سے سرجی کے ذریعے زیادہ روپے بخورنے کے لیے ہی دیے جاتے ہیں۔ یہ ایسی گھناؤنی حرکت ہے جسے ہر کوئی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے لیکن انہائی دکھ کی بات ہے کہ ہمارے معاشرے میں اخلاقی اقدار اس قدر پست ہو چکی ہیں کہ آج کل یہ خیانت روزمرہ کا معمول بن چکی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”جس نے اپنے بھائی کو کوئی غلط مشورہ دیا اس نے خیانت کی۔“

(مشکوٰۃ)

اگر ایک مریض کا ایک سے زیادہ طریقوں سے علاج ممکن ہو تو سب طریقوں کے فوائد اور نقصانات کی وضاحت مریض کے سامنے کر دینی چاہیے اور اپنی دیانتدارانہ رائے بھی دینی چاہیے کہ اس مریض کے لیے کون سا طریقہ علاج آپ کے نزدیک بہتر ہے۔ پھر فیصلہ مریض پر چھوڑ دینا چاہیے کہ وہ اپنے لیے کیا پسند کرتا ہے۔ اگر ایک بہتر طریقہ علاج آپ کی بجائے کسی دوسرے ڈاکٹر کے پاس موجود ہے تو بلا تامل مریض کو دوسرے ڈاکٹر کے پرد کر دینا چاہیے۔ ایسے مریض کو آمدی کا ذریعہ سمجھ کر اپنے ساتھ چھٹائے رکھنا خیانت ہو گا۔

ایک مسلمان ڈاکٹر کے لیے یہ ضروری ہے کہ مریض سے معاملہ کرتے وقت مریض کی خیرخواہی کا جذبہ دوسری ہر بات پر غالب رہے۔ یہ انبیاء کی سنت ہے۔ قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے جوبات کی اس کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

”نوح نے کہا اے برادر ان قوم میں کسی گمراہی میں نہیں پڑا ہوں بلکہ میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ تمھیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا“

ہوں۔ تھمارا خیر خواہ ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے وہ کچھ معلوم ہے جو
تمیں معلوم نہیں ہے۔“ (الاعراف۔ ۶۱، ۶۲)

ڈاکٹر کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا علم دیا ہوتا ہے جو مریض کو حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے
اللہ کے نزدیک پسندیدہ ڈاکٹر وہی ہے جو اس علم کو مریض کی خیر خواہی کے لیے استعمال
کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس بارے میں یوں ہے:

”ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم میں کوئی شخص اپنے بھائی سے خیر خواہی کا مشورہ طلب کرے تو اس پر
لازم ہے کہ اس سے وہی بات کہے جو اس کی خیر خواہی کی ہو۔“ (منhadhр)

اس بات کو جانچنے کے لیے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے ساتھ خیر خواہی کر رہا ہے یا
نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں درج ذیل طریقہ تجویز کیا ہے:

”بیزید بن اسید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے
پوچھا کیا تم کو جنت پسند ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: اچھا تو جو بات
اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے پسند کیا کرو۔“

(محدثون)

مریض سے خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ ڈاکٹر مریض کے لیے جو کچھ بھی کرے بے حد
خلوص اور سچائی سے کرے اور بہترین انداز سے اسے کرنے کی کوشش کرے۔ نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے کہ جو جب بھی کوئی کام کرے اسے
نہایت اچھی طرح انجام دے۔“ (ابوداؤد)

خوش اخلاقی

خوش اخلاقی۔ زم گفتگو اور نبی نوع انسان سے محبت ایک مسلمان کی اعلیٰ ترین صفات میں سے ہیں۔ ایک مسلمان ڈاکٹر کے لیے ان صفات کو اختیار کرنا اس کی دنیا اور آخرت کی فلاح کے لیے بے حد اہم ہے۔ زم مزاجی نبی کریمؐ کی خاص خوبیوں میں سے ایک ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس خوبی کا ذکر فرماتے ہوئے کہا ہے:

”اے پیغمبر یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت زم مزاج واقع ہوئے ہو ورنہ اگر کہیں تم تنہ خو اور سُنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھپت جاتے۔ ان کے قصور معاف کر دو۔ ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو اور دین کے کام میں ان کو بھی شریکہ مشورہ رکھو۔ پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مُحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اس کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔“ (آل عمران۔ ۱۰۹)

لقمان حکیم کی زبانی ان کے بیٹے کو اور اس کے ذریعے تمام مومنین کو نصیحت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا:

”اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر۔ نازمین میں اکڑ کر چل۔ اللہ کسی خود پسند فخر جاناے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔“ (لقمان۔ ۱۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی سیرت سے اور امت کو دی گئی تعلیمات کے ذریعے حسن اخلاق کی بے حد تاکید فرمائی ہے۔ درج ذیل احادیث سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

”امام مالک“ بیان کرتے ہیں کہ انھیں یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ اخلاق کی خوبیوں کی
تکمیل کر دوں۔“ (موٹا)

”حضرت ابوالدرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
فرماتے تھے کہ (قیامت کے دن اعمال تو لئے والی) ترازو میں جو چیزیں
رکھی جائیں گی ان میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری چیز کوئی نہیں ہوگی اور
اچھے اخلاق والا اپنے حسن اخلاق کے باعث روزہ دار اور نہمازی کے
درجے کو پالیتا ہے۔“ (ترمذی)

”حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان اس کا ہے جو سب سے
زیادہ اچھے اخلاق والا ہو۔“ (ابوداؤد)

”حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ (یمن کا گورنر مقرر ہونے
پر) یمن کی طرف رخصت ہوتے ہوئے جب میں نے رکاب میں پاؤں
رکھا تو آخری وصیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کی وہ یہ تھی کہ
اے معاذ بن جبل لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔“ (موٹا)

”ابو وہبؓ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارکؓ نے حسن اخلاق کی
تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔ حسن اخلاق کشادہ روئی (اختیار کرنے)
خوب بھلائی کرنے اور (دوسروں کو) تکلیف دینے سے نچتے کا نام ہے۔“
(ترمذی)

”حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ مجھے سے رسول اللہ نے فرمایا
کہ چھوٹی سے چھوٹی کسی بھی نیکی کو حقیر اور معمول نہ سمجھو جاتی کہ اگر تم اپنے
بھائی سے مسکرا کر مل لو تو یہ بھی ایک نیکی ہے۔“ (مسلم)

خلق خداؕ سے مسکرا کر ملنا خوش اخلاقی کی ایسی علامت ہے جو دوسروں کے دلوں میں
آپ کے لیے محبت اور تعظیم کے جذبات پیدا کرے گی۔ تبسم فرمانا جی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

عادت تھی جیسا کہ درج ذیل احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔

”عبداللہ بن الحارث“ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکراتے والا کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔“

(ترمذی)

”حضرت جریر بن عبد اللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ جب سے مجھے اسلام نصیب ہوا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ نے اپنی خدمت میں حاضری سے مجھے روکا ہوا اور جب بھی آپ نے مجھے دیکھا آپ نے قبسم فرمایا۔“

(بخاری و مسلم)

”حضرت جابر بن سرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ فجر کی نماز جس جگہ پڑھتے تھے آفتاب طلوع ہونے تک وہاں سے نہیں اٹھتے تھے۔ پھر جب آفتاب طلوع ہو جاتا تو کھڑے ہو جاتے (اس اثناء میں) آپ کے صحابہ زمانہ جاہلیت کی باتیں بھی کیا کرتے تھے جن سے ہم خوب ہنتے اور رسول اللہ بس مسکراتے رہتے۔“ (مسلم)

امراض نہ صرف انسان کے جسم کو متاثر کرتے ہیں بلکہ اس کے ذہن اور نفیات پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ مریض پریشانی اور خدشات کا شکار ہو کر ڈاکٹر کے پاس آتا ہے۔ اگر ڈاکٹر اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ نری سے گفتگو کرے۔ ہمدردی کا اظہار کرے اور شفا کی امید دلائے تو اس سے مریض کے اعصاب کا تناوہ جاتا رہتا ہے اور وہ ذہنی سکون اور مسرت محسوس کرتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ڈاکٹر اس کے ساتھ ترش روکی اور بد اخلاقی سے پیش آئے تو اس کی تکلیف میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا بھی صدقہ ہے۔ ایک مسلمان ڈاکٹر کی تربیت ایسی ہوئی چاہیے کہ وہ اپنے مریضوں سے ہمیشہ نری، حلم، بردباری اور خنده پریشانی سے پیش آئے۔ اس سے دنیا میں بھی اسے عزت و سرفرازی حاصل ہوگی اور آخرت کی فلاح بھی نصیب ہوگی۔

خوش اخلاقی اور اس کے علاوہ اور جتنے بھی نیک اعمال ہیں ان سے متعلق ایک اہم بات ضرور سمجھ لیجئے کہ اللہ کے ہاں اس نیکی کی قدر ہے اور وہی نیک عمل اس کی جناب میں مقبول ہو گا جو خالصتاً اس کی خوشنودی کے لیے کیا جائے۔ جدید مغربی تہذیب میں خوش اخلاقی اسی لیے اپنائی جاتی ہے کہ اس سے دنیا میں فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ کاروبار میں ترقی ہوتی ہے۔ لوگ ایک دوسرے کے شر سے بچ رہتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر اس لیے خوش اخلاقی اختیار کرتا ہے کہ اس کی پریکش میں اضافہ ہو اس کی آمدنی بڑھے اور لوگ اسے اس دنیا میں اچھے نام سے یاد کریں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی اس نیکی کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ ایک مسلمان ڈاکٹر صرف اس لیے خوش اخلاق ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ عادت پسند ہے اور وہی اس کو اس کا اجر بھی دے گا۔

جو ڈاکٹر سرکاری ملازم ہوں اور اپنی نجی پریکش بھی کرتے ہوں ان کو خاص طور سے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی سرکاری ڈیوٹی کے دوران آؤٹ ڈور اور جزل وارڈ کے مریضوں سے بھی اسی خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی کا برداشت کریں جو وہ اپنے پرائیویٹ مریضوں سے کرتے ہیں۔

مریض کے علاوہ اس کی تھارداری کرنے والے اقرباً اور دوست اور اس کی عیادت کے لیے آنے والے سب لوگ بھی ہپتال کے عملے کی طرف سے حسن سلوک کے مسخر ہیں۔ ان کے ساتھ مہمانوں کا سا برداشت کرنا چاہیے۔ قریبی رشتہ داروں کو اعتماد میں لے کر مریض کے علاج میں ان کا تعاون حاصل کیا جائے اور مریض کے مرض کی نوعیت اور اس کی اچھی بردی کیفیت سے ان کو باخبر رکھا جائے۔

علمی دیانت داری

دیانت میں اگرچہ علمی دیانت داری بھی شامل ہے لیکن یہاں اس کا ذکر الگ سے اس لیے کیا جا رہا ہے کہ یہ ایک اہم موضوع ہے۔ ایک ڈاکٹر کے یہ یہ لازم ہے کہ جس پیشے کی اس نے تعلیم حاصل کی ہے اور جسے اس نے اپنی زندگی میں اپنایا ہے۔ اس کے بارے میں اس کو ضروری علم بھی حاصل ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”جو کوئی مریضوں کا علاج کرے اور اسے امراض کے بارے میں کافی علم حاصل نہ ہو تو وہ مریضوں کو پہنچنے والے نقصان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہوگا۔“ (ایودا اور)

میڈیکل گریجویشن کر لینے کے بعد اگرچہ ایک ڈاکٹر کو قانونی جواز تو اس بات کا حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ ہر طرح کے مریضوں کا علاج کر سکے لیکن نہ یہ عملی طور پر ممکن ہے اور نہ ہی اخلاقی طور پر جائز کہ ہر ڈاکٹر ہر مرض کا علاج کرنا شروع کر دے۔ یا ایسا کرنے کی کوشش کرے۔ اس لیے ہر ڈاکٹر کو اپنی پریکٹس کے دائرے کو محدود کرنا پڑتا ہے اور اس محدود دائرے میں اس کا فرض ہے کہ ان خاص امراض کے بارے میں مکمل علم حاصل کرے اور اسے تازہ کرتا رہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امراض اور ان کے علاج کے بارے میں علم اتنا وسیع ہو چکا ہے کہ کسی ایک انسان کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اس سارے علم پر اس کو عبور حاصل ہو سکے۔ بہی وجہ ہے کہ عرصہ دراز سے طب کے مختلف شعبوں میں تخصص (Specialization) کا نظریہ وجود میں آیا اور اب ہر شعبہ اتنا وسیع ہے اور روز بروز وسیع تر ہوتا جا رہا ہے کہ ان میں مزید شاخیں وجود میں آگئی ہیں جن میں تخصص کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

اس تخصیص کے عمل کے نتیجے میں جزل پریکش کو فیملی میڈیس کا نام دیا گیا ہے اور اسے بھی ایک خاص مہارت کا شعبہ (Specialization) ہی تصور کیا جاتا ہے۔ اچھا فیملی فزیشن ایک طرح سے پہلی دفعی لائے کے طور پر کام کرتا ہے اور وہ روزمرہ کی عام بیماریوں کا علاج کرتے ہوئے اپنے مریضوں میں ممکنہ پیچیدہ امراض کے امکان پر بھی نظر رکھتا ہے اور ان امراض کے بارے میں کم سے کم اتنا علم وہ ضرور رکھتا ہے کہ شک پڑنے کی صورت میں فوراً اسے تشخیص کرنے کے لیے مختلف ذرائع استعمال کرے اور مشورہ اور علاج کے لیے اسے متعلقہ تخصصی ہسپتال یا ڈاکٹر کے پاس بھیج دے۔

علمی دیانتداری کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ ایک ڈاکٹر کو عمر بھراپنی سائنسی معلومات میں مسلسل اضافہ کرتے رہتا چاہیے اور نئی تحقیقات سے واقفیت حاصل کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی دعا سکھائی کہ:

”اور دعا کرو اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرم۔“

(طہ۔ ۱۱۲)

پھر ایسے علم میں اضافہ تو اور بھی ضروری ہو جاتا ہے جس کا تعلق انسانی جانوں سے ہو۔ طبی اخلاقیات کا تقاضا ہے کہ ہر ڈاکٹر کو اس کے شعبہ تخصیص میں چھپنے والے ایک یادو اچھے میگزین ہمیشہ زیر مطالعہ رکھنے چاہیں۔ اور جس حد تک ممکن ہو طبی کانفرنسوں، سینیارز، لیکچرز اور کورسز میں شمولیت اختیار کرنی چاہیے۔ مقامی سٹھ پر چند ڈاکٹروں کا ہفتہ یا مہینہ میں ایک بارہل کریمیٹنا اور اپنے اپنے مشکل اور دلچسپ مریضوں کے بارے میں بحث و تمحیص کرنا بھی اپنے علم کو بڑھانے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔

پھر دوسرے ڈاکٹروں سے وقت فرماں تھا میں کیا شیلیفون پر بات کر کے ایسے مریضوں کے بارے میں مشورہ لے لینا جن کے متعلق ان کی معلومات زیادہ ہوں اپنے علم کو بڑھانے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

”اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر (علم) سے پوچھلو۔“ (انحل۔ ۲۳)

ایک مسلمان ڈاکٹر کو یہ بات ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھنی چاہیے کہ علم و حکمت جہاں کہیں بھی ہوں ان پر اصل حق مسلمان کا ہے۔ وہ جہاں بھی اسے پائے آگے بڑھ کر اسے حاصل کر لینا چاہیے۔ درج ذیل حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات فرمائی ہے۔

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا حکمت کی بات مون کی گم شدہ میراث ہے جہاں کہیں بھی وہ اسے پائے اس پر اسی کا حق زیادہ ہے۔“ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

جہاں اسلام نے علم حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے وہاں اسے چھپانے سے بھی منع کیا ہے جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے اس کی جس کو بھی ضرورت ہوا سے منتقل کرنا چاہیے۔ خصوصاً آپ سے جب پوچھا جائے یا کسی مريض کے بارے میں مشورہ لیا جائے تو بے حد فیاضی سے اس کا جواب دینا چاہیے۔ اس موضوع پر یہ حدیث خاص طور پر قابل غور ہے۔

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جس کے پاس علم ہو اور وہ اسے چھپائے تو قیامت کے دن آگ میں ڈالا جائے گا۔“ (ترمذی)

مسلمانوں کے دورِ انحطاط میں حکماء کے طبقے میں ”صدری شخصوں“ کا بہت رواج تھا۔ ایک حکیم کو اگر کوئی اچھا نجہ باتھا آ جاتا تو وہ عمر بھرا سے اپنے سینے میں چھپائے رکھتا تھا اور دوسرے حکماء کو اس کی ہوا تک لگنے نہ دیتا تھا۔ تاکہ زیادہ مريض اسی کے پاس آئیں کوئی دوسرا طبیب اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ زیادہ سے زیادہ مرنے سے پہلے وہ اپنے بیٹے کو ایسے نجہ بتا دیتا تھا۔ اس طرح یہ نجہ سینہ بہ سینہ نسل درسل چلتے تھے۔ کبھی شائع نہیں ہوتے تھے۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ بات انتہائی ناپسندیدہ بلکہ گناہ ہے۔ جدید طبی سائنس کی برکتوں میں ایک یہ بات بھی انسانیت کے لیے ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ اب کوئی چیز راز نہیں ہے۔ ہر مرض کے بارے میں مکمل معلومات آپ کو مل سکتی ہیں اور اب انسنیت نے تو کام بے حد

آسان کر دیا ہے۔ آپ گھر بیٹھے ہر موضوع پر لٹریچر سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

علمی میدان میں ایک اہم کام تحقیق (Research) کا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک اچھی ریسرچ تو ہرے پڑے علمی اداروں اور یونیورسٹیوں میں ہی ہو سکتی ہے اور جس کو بھی ایسے موقع حاصل ہوں ان سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ لیکن ایک ریسرچ کا کام تو آپ ہر جگہ کر سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ آپ جن مریضوں کا بھی علاج کریں ان کے بارے میں کوائف (Statistics) مرتب کرتے جائیں اور اسے متعلقہ میڈیا کل جزل میں شائع کر دیں۔ یہ کام تخصیصی شعبوں میں تو بہت آسان ہے لیکن جزل پریکش میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ اور چند خاص امراض کے بارے میں data شائع کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر اپنی جزل پریکش میں اگر آپ نے اپنی کے سو مریضوں کا علاج کیا ہے تو آپ حاصل ہونے والے نتائج کے بارے میں ایک بہت عمدہ معلوماتی مقالہ (Paper) شائع کر سکتے ہیں۔

بے لوثی

نہایت مناسب اور جائز معاوضہ لے کر مریضوں کی خدمت کرنا اور اس ذریعے سے رزق حلال کھانا بھی نیکی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک اور درجہ اس سے بھی بلند تر ہے اور وہ مریضوں کی بے لوث خدمت کرنا ہے۔ بے لوث خدمت یہ ہے کہ ڈاکٹر مریضوں کے دکھ درود کو اتنا محسوس کرے کہ معاوضہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مقصود اس بات کو بنالے کہ ان کا دکھ دور کرنا ہے اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنی ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ الدھر میں فرمایا ہے:

”وَهُوَ اللَّهُ الْمُجِتَمِعُ مِنْ يَتِيمٍ وَرَكِيدٍ كُوْكَحَا نَأَخْلَاتِ هِنْ (اور ان سے کہتے ہیں) كَهُمْ تَحْسِينُ صَرْفَ اللَّهُ كَيْ خَاطِرَ كَلَارَ ہے ہیں۔ ہم تم سے نَا كَوَنِي بَدْلَهَ چَانِتَے ہیں نَا شَكْرِيَہ۔“ (الدھر: ۸-۹)

ایک مریض کی اس کی بیماری میں دادرسی کرنا اور اسے اذیت سے نجات دلانا کسی بھوکے کو کھانا کھلانے سے زیادہ افضل نیکی ہے اور اگر یہ نیکی بے لوث ہو کر بے غرضی سے کی جائے تو اس کا اجر بھی بے پایاں ہے۔ ایسی بے لوث خدمت کرنے والے ڈاکٹر کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رزق کی فراوانی سے کبھی محروم نہیں رکھتا۔ وہ پیسے پیسے خود بخود چلا آتا ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں خود ہمارے محاشرے میں موجود ہیں۔ ایسے بہت سے نامور ڈاکٹر جواب ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں زندگی بھر بے لوث خدمت کرتے رہے۔ وہ اللہ کے ہاں اجر کے مستحق بھی ہوئے اور اپنی دنیوی زندگی میں بھی کسی فحنت سے محروم نہیں رہے۔ انہوں نے نیکی بھی کمائی اور نیک نامی بھی۔

بے لوث خدمت کے ساتھ ایک انتہائی اہم احتیاط لازم ہے کہ مریض اور اس کے

لو احیین پر کوئی احسان نہ جتایا جائے۔ میریض پر احسان جانے، اس کو شرمسار کرنے اور اسے برا بھلا کنے سے تمام نیکی ضائع ہو جاتی ہے۔ میریض کی بے لوث خدمت کرنا ایک عظیم صدقہ ہے اور اس صدقہ کے ساتھ احسان جلانے اور میریض کو یا لو احیین کو ذہنی اذیت دینے کے بارے میں قرآن کا یہ ارشاد مد نظر رہنا چاہیے:

”جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کر کے پھر احسان نہیں جلتے، نہ دکھ دیتے ہیں۔ ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لیے کسی رنج اور خوف کا موقع نہیں۔ ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذرا سی چشم پوشی اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو۔ اللہ بے نیاز ہے اور بردباری اس کی صفت ہے۔ اے ایمان لانے والو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے تا آخوت پر۔ اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چنان تھی جس پر منی کی تہہ جبی ہوئی تھی اس پر جب زور کا یہہ بر ساتو ساری منی بہہ گئی اور صاف چنان کی چنان رہ گئی ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کرتے ہیں اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں ہے۔“ (ابقرہ ۲۶۲-۲۶۳)

جیسا کہ ان آیات میں نشاندہی کی گئی ہے اگر کوئی شخص محض لوگوں کو دکھانے کے لیے یا خدا کی رضا کے حصول کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے میریضوں کی خدمت کرے یا کوئی اور خدمت خلق کا کام کرے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا عمل ایک کھونا سکدے ہے جس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

احترام آدمیت

اللہ تعالیٰ نے سائنسی علم کی بدولت ڈاکٹر کو معاشرہ میں جو عزت اور مرتبہ دیا ہے اور اسے اس بات کی صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ وہ عوام انس کو فائدہ پہنچا سکے اور ان کے دکھ درد دور کر سکے تو اس سے اس بات کا اندریشہ ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر کے مزاج میں غرور اور رعنونت (Arrogance) کا عصر شامل ہو جائے۔ اس سے صرف وہی لوگ فتح سکتے ہیں جن کے دل میں خدا کا خوف ہوا اور اسلام نے احترام آدمیت کی جو تعلیمات دی ہیں وہ ان کے ذہن نشین رہیں۔ اس معاملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل ارشادات ہمارے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔

”ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر نہ ظلم کر سکتا ہے نہ بروقت ان کی امداد سے دلکش ہو سکتا ہے نہ اس کی تحقیر کر سکتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یمنی کی طرف تین بار اشارہ کر کے فرمایا کہ اصل تقویٰ یہاں ہے۔ برائی کے لیے اتنی ہی بات بہت کافی ہے کہ کوئی اپنے مسلمان بھائی کو ذلیل و حقیر کجھے (بیادر کھو) ہر مسلمان مکمل طور پر قابل احترام ہوتا ہے۔ اس کی جان بھی، اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی۔“

(سلم)

”حضرت انسؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ساری مخلوق اللہ کی عیال (گویا اس کا کنبہ) ہے۔ اس لیے اللہ کو اپنی مخلوق میں زیادہ محظوظ وہ شخص ہے جو اللہ کی عیال کے

ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرے۔” (شعب الایمان للیہیقی)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی معاشرہ میں بچوں اور ضعیف العمر لوگوں سے
حسن سلوک کی خصوصی طور پر تاکید فرمائی ہے۔

”عمر بن شعیب اپنے والد شعیب سے اور وہ اپنے دادا حضرت عبد اللہ
بن عمر و بن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو
آدمی ہمارے چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا برداونہ کرے اور بڑوں کے
ساتھ احترام سے پیش نہ آئے وہ ہم میں سے نہیں۔“ (ترمذی۔ ابو داؤد)
ضعیف العمر لوگوں کے ساتھ احترام سے پیش آنے کی تلقین کرتے ہوئے آپ نے
فرمایا:

”حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ جو جوان کسی بوڑھے بزرگ کا اس کے بڑھاپے کی وجہ سے
ادب و احترام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس جوان کے لیے اس کے بڑھاپے کی
عمر کے لیے ایسے لوگ مقرر کر دے گا جو اس وقت اس کا ادب و احترام
کریں گے۔“ (ترمذی)

اسلام نے ہمیں جو تہذیب سکھائی ہے اس کے مطابق تمام انسان ایک ہی ماں باپ
کی اولاد ہیں اس لیے برابر ہیں۔ کسی کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فوقیت
حاصل نہیں اور ناہی مالدار کوتادار پر کوئی فوقیت حاصل ہے۔ انسان یکساں احترام اور مدد کے
مستحق ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

”لوگو ہم نے تحسیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے پھر تمہاری
قویں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ درحقیقت
اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر
سب سے زیادہ پر ہیز گار ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جانے والا اور باخبر
ہے۔“ (الجمرات۔ ۱۳)

غصہ سے پرہیز

ڈاکٹر کا پیشہ ان پیشوں سے تعلق رکھتا ہے جہاں انسان کو مسلم ہو امام الناس سے برداو (Public Dealing) کرنا پڑتا ہے۔ ایسے پیشوں میں ہر عمر، مزاج، معاشرتی اور وہنی سطح کے لوگ رابطہ میں آتے ہیں۔ ہر ایک کا اپنا ذہن اور اخلاقی پس منظر ہوتا ہے ان میں پڑھے لکھے اور تہذیب یافتہ با اخلاق لوگ بھی ہوتے ہیں۔ متوسط طبقہ کے شہری لوگ اور دیہات کے ان پڑھ اور اجڑ مریض اور ان کے لواحقین بھی ہوتے ہیں۔ یہ سب لوگ ڈاکٹروں کے ذاتی گلیکس، ہسپتا لوں اور سرکاری ہسپتا لوں میں آ کر وقت گزارتے ہیں، ان سے غلطیاں بھی سرزد ہوتی ہیں۔ ان پڑھ لوگ گندگی بھی پھیلاتے ہیں۔ بعض مریض ڈاکٹر کی دی ہوئی ہدایات پر پوری طرح عمل بھی نہیں کرتے۔ دوا کے استعمال میں کوتاہی کرتے ہیں۔ دوبارہ معائنہ کے لیے دی گئی تاریخ اور وقت کی پابندی بھی نہیں کرتے۔ مرض میں افاقہ نہ ہونے کی صورت میں ڈاکٹر سے بے جا شکوہ بھی کرتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر کو اس طرح کی ہر صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یوں اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ ڈاکٹر غصہ میں آ جائے اور مریضوں اور ان کے لواحقین پر اس کا اظہار بھی کرے۔ لیکن ڈاکٹر کو یہ بات ہر وقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس کا واسطہ پریشان حال اور دلکھی انسانوں سے ہے وہ لوگ اگر حالات سے پریشان ہو کر کوئی غلط حرکت کر بھی دیں تو بھی ڈاکٹر کے اعلیٰ اخلاق اور عالیٰ ظرفی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ غصہ میں آنے سے اجتناب کرے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو یہ اس کے لیے عظیم اجر کا موجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”دوز کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور جنت کی طرف

جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمان جیسی ہے اور وہ ان خدا ترس

لوگوں کے لیے مہیا کی گئی ہے جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوش حال۔ جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔“

(آل عمران ۱۳۲-۱۳۳)

ایک اور جگہ قرآن میں مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

”جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور اگر غصہ آجائے تو درگزر کر جاتے ہیں۔“ (الشوری ۳۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت سی احادیث میں غصہ سے اجتناب کرنے کی نصیحت فرمائی ہے:

”حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے نصیحت کیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کر۔ اس نے کئی بار دہرا�ا (کہ مجھے نصیحت کیجیے) اور آپ نے ہر بار یہی فرمایا کہ غصہ نہ کیا کر۔“ (بخاری)

”حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا بہادر وہ نہیں ہے جو کشتی میں دوسرے کو پچھاڑ لے بلکہ بہادر وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔“ (بخاری)

”سہل بن معاذ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے غصے کو پورا کرنے کا اختیار رکھتا ہو اس کے باوجود غصے کو پی جائے اسے اللہ قیامت کے دن سب لوگوں کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ جو حور بھی چاہے اپنے لیے پسند کر لے۔“ (ابوداؤد)

”حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک کوئی گھونٹ اجر کے لحاظ سے غصے کے اس گھونٹ سے زیادہ عظمت والا نہیں جسے بندہ اللہ کی خوشنودی چاہتے ہوئے پی جاتا ہے۔“ (بخاری)

خوش طبعی - ظرافت

خوش طبع انسان عوام انسان میں ہر دلعزیز ہوتا ہے۔ لوگ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں اور اس سے ملتا پسند کرتے ہیں۔ ظرافت کی حس ایک اچھی عادت ہے۔ لیکن یہ پر وقار اور سچائی کے اندر ہونی چاہیے۔ ایک ڈاکٹر کا اپنے مریضوں کے ساتھ ہمکی پھلکی خوش طبعی کرنا مریض کے لیے تسلیم اور آسودگی کا باعث ہوتا ہے اور اس سے اس کے اعصابی تناؤ میں کمی آتی ہے اور مرض کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ ملتا ہے۔ چھوٹے بچوں سے خصوصاً مزاج کی کوئی بات کہہ دینا ان کے لیے بے حد خوشی کا باعث ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اعلائے کلمۃ الحق کے مقصد کے حصول کے لیے انہائی سنجیدہ اور جان گسل جدوجہد میں گزری لیکن آپ کی بے حد متوازن اور قابل تقلید شخصیت خوش طبعی اور ظرافت سے خالی نہ تھی۔ جیسا کہ ان احادیث سے واضح ہے۔

”حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؐ نے آپ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ ہمارے ساتھ مزاج بھی فرمایتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں (مزاج میں) کچی بات ہی کہتا ہوں۔“ (ترمذی)

”حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریمؐ سے سواری کے لیے اونٹ مانگا تو آپؐ نے فرمایا۔ ہاں میں تمہیں سواری کے لیے ایک اونٹی کا بچہ دوں گا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اونٹی کا بچہ کیا کروں گا۔ (وہ میرا بوجھ کیسے اٹھائے گا) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر اونٹ اونٹی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔“ (ترمذی)

”حضرت حسنؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت رسول اللہ کی

خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ دعا کریں کہ اللہ مجھ بڑھیا کو جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔ اس پر بڑھیا نے کہا آخر بڑھیا جنت میں کیوں نہیں جائے گی۔ وہ بڑھیا قرآن بھی پڑھتی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھتی ہو۔ انا انسانوں انسانوں فجعلنہن ابکاراً (یعنی ہم جنت کی عورتوں کو نئے سرے سے پیدا کریں گے اور ان کو نو خیز دو شیوا میں بنادیں گے)۔ (شائل ترمذی)

رازداری

مریض کا راز ایک امانت ہے۔ جس کی حفاظت کرنا ڈاکٹر کا فرض ہے۔ مریض سے مرض کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے اور اس کی مکمل ہشی لیتے ہوئے کئی ایسی باتیں ڈاکٹر کے علم میں آتی ہیں جو دوسروں کے نزدیک معیوب ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی مریض اپنی ذاتی زندگی میں کچھ اخلاقی برا ہیوں میں ملوث رہا ہو یا یا ماضی میں شراب یا کسی اور نئے کا عادی رہا ہو جو اس کی بیماری کا باعث بنے ہوں تو یہ بات صرف ڈاکٹر اور مریض کے درمیان ایک راز کی حیثیت سے حفظ رہنی چاہیے۔ اس کے قریب ترین رشتہ داروں کو بھی اس کا علم نہیں ہوتا چاہیے۔ نبی کریمؐ نے اس بات کی تعلیم دی ہے:

”حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ کسی بندے کی دنیا میں میں عیب پوشی کرتا ہے۔ اللہ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی کرے گا۔“ (مسلم)

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی کا کوئی عیب دیکھا اور پھر اس پر پردہ ڈالا۔ تو وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے زندہ درگور کی ہوتی لڑکی کو زندہ کر دیا۔ (ابوداؤد)

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ایک انسان کا دوسرے انسان کے عیب ڈھانپنے کی کوشش کرنا جہاں آخرت کے اجر کا ذریعہ ہے وہاں اس انسان کی شرافت، انسان دوستی، اور خدا پرستی کی علامت ہے۔

کچھ راز ڈاکٹری کے پیشے کے بھی ہوتے ہیں جو مریض کو بتانے سے خطرہ ہوتا ہے کہ ان سے مریض کی نفیات پر اتنا برا اثر پڑے گا کہ اس کا مرض بھی بڑھ جائے گا اور وہ ذہنی

افیت میں بتلا ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی مریض ایسے مرض میں بتا ہے تو ڈاکٹر کے اندازے کے مطابق لا علاج ہے اور اس کی زندگی کے دن گئے چنے ہیں تو اس بات کا اظہار مریض کے لواحقین سے تو کیا جاسکتا ہے اور کتنا بھی چاہیے۔ لیکن مریض کو اس کی خبر دینا اس کے لیے بُنے حد اذیت ناک ہو سکتا ہے۔ کچھ باتیں علاج میں مریض کا تعاون حاصل کرنے کے لیے اسے بتانا ضروری ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر کو موقع محل کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے کہ اس نے کن باتوں کو کس سے مخفی رکھتا ہے اور کس پر ظاہر کرنی ہیں۔

کچھ مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ مریض کے راز کچھ متعلقہ لوگوں کے علم میں لانا ضروری ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر:

۱۔ جب نہ بتانے کی صورت میں مریض کی جان کو خطرہ ہو مثلاً اگر مریض کو کوئی نفیاتی بیماری لاحق ہے اور خدشہ ہے کہ وہ کہیں خودکشی نہ کر لے تو اس صورت میں ڈاکٹر کا فرض ہے کہ وہ مریض کے متعلقین کو اس کے مرض سے آگاہ کرے تاکہ وہ مناسب احتیاطی تدابیر اختیار کر سکیں۔

۲۔ جب نہ بتانے کی صورت میں کسی دوسرے کی صحت کو خطرہ ہو مثال کے طور پر اگر مریض ایسے مرض میں بتلا ہے جو جنسی تعلق کے ذریعے متعدد ہے اور وہ شادی کرنا چاہتا ہے تو ڈاکٹر کو چاہیے کہ وہ مریض کو صحت یا ب ہونے تک شادی سے روکے اور اگر مریض بات نہیں مانتا تو ڈاکٹر متعلقہ لوگوں کو مریض کی بیماری سے آگاہ کرے۔

۳۔ جب نہ بتانے کی صورت میں صحت عامہ کو خطرات لاحق ہوں مثال کے طور پر اگر کسی کو مرگی کا مرض لاحق ہے اور مریض ڈرائیور یا پائلٹ ہے تو جب تک اس کی بیماری تھیک نہیں ہو جاتی ڈاکٹر کو چاہیے کہ مریض کو کام سے روک دے۔ اگر مریض بات نہ مانے تو ڈاکٹر کو اس کے ملکے کو اطلاع کر دینی چاہیے۔

ایک عام اصول کے طور پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ڈاکٹر اور مریض کا تعلق اعتماد اور رازداری کا تعلق ہے۔ چند استثنائی صورتوں کے علاوہ ڈاکٹر کا فرض ہے کہ وہ اس اعتماد پر

پورا اترے اور رازداری سے کام لے۔ یہ بات بھی ایک اچھے ڈاکٹر کے مرتبے سے فروخت ہے
کہ وہ لوگوں کو یہ بتاتا پھرے کہ فلاں شخص میر امریض ہے اور اسے یہ مرض لاحق ہے۔

رازداری کے ضمن میں ڈاکٹر کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ وہ مریض کا
معائنہ مکمل طور پر علیحدگی میں کرے اور غیر متعلقہ لوگوں کے سامنے اس کے جسم کے حصوں کو
عریاں نہ کرے۔ یہ احتیاط امروں اور عورتوں دونوں کے بارے میں ضروری ہے۔ البتہ اگر
کوئی مرد ڈاکٹر کسی مریضہ کا معائنہ کر رہا ہو تو کسی دوسری خاتون کی موجودگی میں اسے ایسا کرنا
چاہیے جو مریضہ کی قریبی عزیز بھی ہو سکتی ہے یا ہسپتال کی نرسری۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کی
روایت کی ہوئی نبائی کی ایک بھی حدیث کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل
کیا گیا ہے کہ ”تم میں سے کسی شخص کو کسی غیر محروم عورت سے تھبائی میں نہیں ملتا چاہیے۔ ایسی
صورت میں تیراشیطان ہوتا ہے۔“ (جو تمہارے خیالات کو پر اگنہ کر سکتا ہے)۔

مریض کو مایوس نہ کریں

بیماری کی حالت میں مریض کی نفیات بری طرح متاثر ہوتی ہیں۔ بعض اوقات معمولی تکلیف سے بھی وہ بے حد پریشان ہو جاتا ہے۔ مرض کی نوعیت، اس کا علاج اور شفا کے امکانات ایک الگ موضوع ہے لیکن ایک بہت اہم کام جو ذکر کرنا چاہیے وہ مریض کو حوصلہ اور تسلی دلانا ہے۔ اور اس کی نفیاتی کیفیت کو بہتر بنانا ہے۔ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہمیں احادیث میں ملتی ہیں۔

”حضرت ابوسعید خدریؓ ارشاد نبویؐ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ”جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس سے اس کی درباری عمر کے بارے میں گفتگو کرو۔ اگرچہ اس سے کچھ نہیں ہوتا لیکن مریض کا دل ضرور خوش ہو جاتا ہے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور موقعہ پر فرمایا: ”جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ اس سے اچھی باتیں کرو۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چجازِ اد بھائی حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ”رسول اللہ ایک اعرابی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور آپ کا یہ معمول تھا کہ جب کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتے تو اس سے فرماتے کوئی خطرے کی بات نہیں ان شاء اللہ جسمانی اور روحانی پا کیزگی حاصل ہوگی۔“ (بخاری شریف)

ابی موسیؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی صحابی کو کوئی ذمہ داری دے کر کہیں روانہ کرتے تو اس سے فرماتے کہ لوگوں

کو خوش خبری دینا۔ تنفر نہ کرنا۔ لوگوں کے لیے آسانیاں مہیا کرنا۔ مشکلات
بیدانہ کرنا۔ (صحیح مسلم)

مریض کے مرض کی نوعیت کچھ بھی ہواں کی موجودگی میں ڈاکٹر کے منہ سے مایوسی
اور نا امیدی کے الفاظ ہرگز نہیں نکلنے چاہئیں۔

کسی نے ایک دانشور سے پوچھا کہ ”وہ کون سا علاج ہے جو مریض کے کانوں کے
ذریعے اس کو بہم پہنچایا جاتا ہے۔“ اس کے جواب میں دانشور نے کہا۔ ”تلی اور امید کے چند
الفاظ۔“

سفراش

اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک حاجت مندانہ کی خود حاجت روائی کرنا ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ لیکن اکثر اوقات ایسی صورت بھی پیش آتی ہے کہ اس کے لیے دوسروں کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ لوگ اپنے کسی ضرورت مند بھائی کی مدد کے لیے دوسروں کو بھی ترغیب دیں اور ان کے پاس اس کی سفارش کریں۔ ایسا نہ کرنے والوں کے لیے قرآن کریم میں سخت وعید آتی ہے جیسا کہ درج ذیل آیات سے ظاہر ہے:

قیامت کے روز برے انجام سے دوچار ہونے والے کفار کے بارے میں فرمایا گیا:

”یہ نا اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا۔ نا لوگوں کو مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا لہذا آج یہاں اس کا کوئی یار غم خوار نہیں ہے۔“
(الحاقۃ ۳۲-۳۵)

”بلکہ تم میتم سے عزت کا سلوک نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو نہیں اکساتے۔“ (النجر ۱۷، ۱۸)

”تم نے دیکھا اس شخص کو جو آخرت کی جزا اوسرا کو جھٹلاتا ہے وہی تو ہے جو میتم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کے لیے ترغیب نہیں دیتا۔“ (الماعون ۱-۳)

یہی تعلیم ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ظاہر ہے:

"حضرت ابو موسیؑ" بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ

خاکہ جب کوئی حاجت مند آپ کے پاس آتا تو حضور اپنے ہم نشین لوگوں سے

فرماتے (اس شخص کی) سفارش کرو۔ تھیس سفارش کا ثواب دیا جائے گا۔

ویسے تو خدا اپنے نبی کی زبان پر وہی حکم جاری فرمائے گا جو اسے پسند ہے (تاہم)

تمہارے سفارش کرنے سے تھیس ثواب مل جائے گا)۔ (مسلم)

موجودہ میڈیکل سائنس کی ترقی اور تخصیص کے دور میں چیزیں امراض کے علاوہ

بہت کی عام بیماریوں کے علاج کی تمام تر ضروریات ایک ہی ڈاکٹر کے پاس پوری نہیں

ہوتیں اور اس کے لیے کئی دوسرے ڈاکٹروں، ہسپتاں اور لیبارٹریوں کی مدد حاصل کرنی

پڑتی ہے۔ دوسری جگہوں پر مریض ریفر کرتے وقت اگر ڈاکٹر خالصتاً خدا کی رضا حاصل

کرنے کی نیت سے کسی مریض کے لیے فون پر چند سفارشی کلمات کہہ دے یا خط لکھ دئے تو اس

کے لیے ان شاء اللہ ضرور اجر کا باعث ہوں گے اور اگر مریض غریب بھی ہو اور رعایت کا

ستحق ہو تو اس کے لیے مالی امداد یا رعایت کی سفارش کرنا مزید اجر و ثواب کا ذریعہ ہو گا۔

قرآنی آیات میں مسکین کا ذکر کیا گیا ہے جو مالی امداد کا محتاج ہو لیکن ایک مریض

ایک عام مسکین کے مقابلے میں زیادہ تکلیف دہ صورت حال سے دوچار ہوتا ہے اور زیادہ

امداد کا مستحق ہوتا ہے اور پھر اگر مریض مسکین اور غریب ہو تو اس کا حق دوچند ہو جاتا ہے۔

مریض کی خواہش پوری کرنا

مریض کی حالت میں انسان کے احساسات بے حد نازک ہوتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی اس کا دل بھرا آتا ہے۔ یہ بات طویل اور چیدید امراض کی حالت میں خاص طور سے نمایاں ہوتی ہے۔ ایسے میں مریض کو چھوٹی چھوٹی خوشیاں دے کر اس کے ذہنی تناوُ کو کم کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ اس معاملہ میں اصل کردار مریض کے تمارد اروں، عزیزوں اور دوستوں کا ہی ہے لیکن ڈاکٹر بھی اس سلسلے میں مریض کی مدد کر سکتا ہے۔ ہمارے معاشرہ کی روایات کچھ ایسی ہیں کہ بعض اوقات مریض پر بے جا پابندیاں لگادی جاتی ہیں۔ یہ بات خصوصاً کھانے پینے کے معاملے میں زیادہ صحیح ہے۔ ہر عزیز، رشتہ دار اور دوست کے پاس مریض کے لیے ایک ہدایت نامہ ہوتا ہے کہ یہ چیز کھانی ہے اور یہ نہیں کھانی ہے۔ ان چیزوں سے بھی پرہیز کرایا جاتا ہے جو مریض کے لیے طبی نقطہ نظر سے نقصان دہ نہیں ہوتیں۔ اور اس طرح اس کی زندگی اجیرن بنادی جاتی ہے۔ ڈاکٹر اس معاملے میں مریض کی مدد کر سکتا ہے اور مریض کی نوعیت کے پیش نظر صرف ان چند غذاوں کی خشاندہی کر سکتا ہے جو اس کے لیے نقصان دہ ہوں اور باقی ہر چیز کھانے کی اجازت دے کر اس کی زندگی کو آسان بنائے۔ اسی بات کی تعلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں درج ذیل حدیث میں دی ہے:

”حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کو گئے اور اس سے پوچھا تیرا جی کس چیز کو کھانے کو چاہتا ہے۔ اس نے عرض کیا میرا جی چاہتا ہے کہ گیہوں کی روٹی کھاؤں اس پر رسول اللہ نے فرمایا کہ جس کے پاس گیہوں کی روٹی ہو وہ اپنے اس بھائی کو بھیج دے۔ پھر رسول اللہ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے مریض کا جی

کوئی چیز کھانے کو چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ چیز اس کو کھلانے۔“ (ابن ماجہ)
 مناسب طریقہ یہ ہے کہ مریض سے خود پوچھ لیا جائے کہ اس کا جی کون سی غذا کھانے
 کو چاہ رہا ہے اور اگر وہ غذا طبی نقطہ نظر سے نقصان دہ ہو تو وہی اس کو دی جائے۔ اس کا
 ایک فائدہ یہ ہو گا کہ وہ اپنی پسند کی چیز پیٹ بھر کر کھائے گا اور اس کے جسم کی تو اتنی اور قوت
 مدافعت بحال ہو گی۔ جہاں تک نقصان دہ غذا سے مریض کو منع کرنے کا تعلق ہے تو ابن ماجہ
 ہی کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ شدید بیماری سے اٹھے تھے اور ابھی ناتوان
 تھے۔ رسول اللہ ان کے پاس بینہ کر کھجوریں کھارے ہے تھے۔ حضرت علیؓ نے بھی کھجوریں کھانے
 کی خواہش ظاہر کی تو رسول اللہ نے انھیں کہا۔ نہبر و علیؓ ابھی تم ناتوان ہو (کھجوریں تمھیں اس
 حالت میں نقصان دے سکتی ہیں)

کھانے پینے کے علاوہ مریض کی کچھ اور خواہشیں بھی ہو سکتی ہیں مثلاً مریض چہل
 قدی کرنا چاہتا ہے۔ کسی تقریب میں شرکت کے لیے جانا چاہتا ہے۔ کوئی چھوٹا موٹا سفر کرنا
 چاہتا ہے۔ یا کسی اور تفریح کو اس کا جی چاہتا ہے تو ایسی صورت میں اس کا ڈاکٹر ہی مریض
 کے فائدے اور نقصان کو منظر رکھتے ہوئے اسے صحیح رہنمائی دے سکتا ہے اور اس میں اسے
 ضرور فراغدی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

اسی طرح اگر کوئی مریض چاہتا ہو کہ کوئی خاص ڈاکٹر اس کا معائنہ کرے تو اس کا
 اہتمام کر دینا چاہیے۔ خصوصاً اگر کوئی خاتون مریض یہ چاہے کہ کوئی خاتون ڈاکٹر ہی اس کو
 دیکھے اور علاج کرے تو اس کی یہ خواہش ضرور پوری کرنی چاہیے۔ دوسری صورت میں وہ
 مسلسل ڈھنی دباو کا شکار رہے گی۔

صحیح بخاری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔ ”آپ نے
 فرمایا کہ اگر کوئی مریض کوئی دوا استعمال کرنے سے انکار کر دے تو وہ دواز برداشتی اس کو نہیں دینی
 چاہیے۔“ اس طرح دوا کے علاوہ کوئی اپریشن یا دوسرا کوئی طریقہ علاج مریض کی مرضی کے بغیر اس
 پڑھونسا مناسب نہیں ہے۔ ہاں اس کو دلائل سے قائل کر کے اس پر آمادہ کیا جانا چاہیے۔

سچی گواہی

ایک ڈاکٹر کو اپنی پیشہ درانہ زندگی میں مریض کی بیماری، ادویات کے استعمال اور موت کی وجہات کے بارے میں اکثر گواہی دینا پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ طبی قانون (Forensic Medicine) کے شعبہ میں کام کرنے والے ڈاکٹروں کی توزیعہ داری ہی یہ ہے کہ لڑائی جنگزوں میں یا حادثات میں زخمی ہونے والوں اور مر جانے والے افراد کے بارے میں مفصل رپورٹ مرتب کریں۔ ان کی رپورٹ کی روشنی میں ہی اہم عدالتی فیصلے کے جاتے ہیں۔ اس لیے اس کام میں بے حد احتیاط اور دیانتداری کی ضرورت ہے لا پرواہی کی وجہ سے یا جان بوجھ کر غلط رپورٹ دینے سے کسی بے گناہ کو سزا بھی ہو سکتی ہے اور کوئی مجرم سزا پانے سے نج بھی سکتا ہے اور اس کے لیے ڈاکٹر ہی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہو گا۔

قرآن کریم میں جھوٹی گواہی سے بچنے کی تاکید ان الفاظ میں کی گئی ہے:

”(اور رحمن کے بندے وہ ہوتے ہیں) جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔“
(الفرقان - ۲۷)

”او رجھوٹی بات سے بچو!“ (انج - ۳۰)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تھیں اس پر مجبور نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو یہ خدا تری سے زیادہ مناسب رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ پوری

طرح باخبر ہے۔“ (المائدہ۔۸)

میڈیکل پروفیشن میں جھوٹی گواہی (غلط روپورٹ) یا تو کسی کو فائدہ پہنچانے کے لیے لکھی جاتی ہے یا کسی کی مخالفت کی وجہ سے۔ یا پھر کسی پارٹی سے کوئی فائدہ (رشوت) حاصل کرنے یا اس کے شر سے بچنے کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اوپر دی گئی آیات کے ترجیح سے واضح ہے اللہ تعالیٰ نے ان سب صورتوں سے منع فرمایا ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی اس موضوع پر بہت واضح ہیں جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

”خریم بن فائیک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح نماز پڑھی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو کفر ہے ہو گئے اور تمن مرتبہ فرمایا کہ جھوٹی گواہی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر نہیں رکھا گیا ہے۔“
(ابوداؤد)

کسی مفاد کی خاطر یا کسی خوف سے مغلوب ہو کر جھوٹا سرٹیکیٹ دینا بد اخلاقی ہی نہیں خلاف اسلام جرم ہے۔ ایک مسلمان ڈاکٹر سے یہی توقع کی جانی چاہیے کہ وہ سچا اور امانت دار ہو۔ حق بولے اور پچھی گواہی دے۔ ملازمین کو چھٹی دلوانے کے لیے یا میڈیکل بلouں کے ذریعے ان کو کچھ مالی فائدہ پہنچانے کے لیے اکثر ڈاکٹر جھوٹے سرٹیکیٹ جاری کر دیتے ہیں اور اپنے اس طرح وہ کسی کو دینیوی فائدہ پہنچانے کے لیے اپنی عاقبت خراب کر دیتے ہیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سزا کا مستحق بنایتے ہیں۔ یہ انتہائی نقصان کا سودا ہے جس سے مکمل طور پر پرہیز کرنا چاہیے۔

مریض کی عیادت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق کسی مریض کی عیادت (بیمار پری) کرنا ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے۔ درج ذیل حدیث سے اس کی اہمیت کا بتا چلا ہے:

”حضرت علیؑ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلامی آئین میں ایک مسلمان کے ذمے دوسرے مسلمان کے چھ حقوق ہیں۔ جب ملاقات ہو تو سلام کرنا۔ جب اسے دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرنا۔ جب چیز کے اور الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یہ حکم اللہ کہنا۔ جب بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرنا۔ جب مر جائے تو اس کے جائزے کے ساتھ جانا۔ اور جو بات اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند کرنا۔“ (ترمذی)

رسول اللہ نے عیادت کرنے والے کے لیے جنت میں اعلیٰ مقام اور بڑے اجر کی خوشخبری دی ہے۔

”حضرت ثوبانؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو وہ برابر بہشت کے میوے چنان رہتا ہے یہاں تک کہ وہ واپس آجائے۔“ (مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو اپنے پروردگار کی

رُحْتَ كَا حَقْدَارِ، بَنْ جَاتَاهُ - (مَوْطَا)

ایک ڈاکٹر کا اصل کام اگرچہ مریض کی صحت کی بحالی کا ہی ہے لیکن عیادت کے سلسلے میں اسے اللہ تعالیٰ نے یہ موقع بھم پہنچایا ہے کہ اسے عیادت کے لیے مریض کے پاس خود چل کر جانا نہیں پڑتا۔ مریض خود اس کے پاس چلے آتے ہیں اور ایک عام مسلمان کو تو عیادت کا ثواب حاصل کرنے کا موقع بھی ہفتوں اور مہینوں میں ایک بار نصیب ہوتا ہے لیکن ڈاکٹر کے لیے ہر روز اس کا موقع ہے۔ اپنے کلینک میں مریضوں کو دیکھتے ہوئے عیادت کی نیت سے ہر مریض سے یہ پوچھ لے کہ ”اب آپ کا کیا حال ہے“ اور ایک آدھ فقرہ اس کی تسلی کے لیے بھی کہہ دے تو اسے روزانہ بیسیوں مریضوں کی عیادت کرنے کا ثواب ملتا رہے گا۔ اسی طرح ہسپتالوں میں وارڈ راؤٹڈ تو ڈاکٹروں کو کرنا ہی ہوتا ہے اور راؤٹڈ کے دوران مریض سے سب سے پہلے اس کی طبیعت کا پوچھا جاتا ہے۔ اگر سب ڈاکٹر راؤٹڈ کرنے سے پہلے یہ نیت کر لیں کہ وہ وارڈ میں داخل مریضوں کی عیادت کرنے لگلے ہیں تو اپنا فرض منصی ادا کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم اجر کے بھی مستحق ہوں گے۔

مریض کی اخلاقی تربیت اور دعا

۱۔ مرض کی حالت میں انسان کے جذبات و احساسات بہت زم ہو جاتے ہیں اور اس کے دل کے کسی گوشے میں سویا ہوا یہ خیال جاگ اٹھتا ہے کہ سب سے بالا تر ایک ایسی ہستی بھی ہے جس کے ہاتھ میں مرض و شفا اور زندگی اور موت ہے۔ ایک مسلمان ڈاکٹر کو مریض کی اس ذہنی کیفیت کو مریض ہی کے دنیوی اور اخروی فائدے کے لیے استعمال کرنا چاہیے اور اس کے جسمانی علاج کے ساتھ ساتھ اس کے روحانی ارتقاء کے لیے بھی کوشش کرنی چاہیے۔ اس طرح مریضوں اور ان کے لواحقین کی راہ ہدایت کی طرف رہنمائی کرنا خود ڈاکٹر کے لیے بھی اجر عظیم کا ذریعہ ہو گا۔ ڈاکٹر ایک ایسا خوش نصیب انسان ہے کہ اپنی پیشہ درانہ زندگی میں اسے ان گنت لوگوں سے رابطہ کا موقع ملتا ہے اور یہ سب لوگ خود چل کر اس کے پاس آتے ہیں۔ اگر وہ ان لوگوں کے ساتھ رابطے کو دعوتِ دین کے لیے استعمال کرے گا تو نا صرف ایک کثیر آبادی کی اصلاح ہو گی بلکہ نیک کام ڈاکٹر کی اخروی نجات کا ذریعہ بھی بنے گا۔

۲۔ ڈاکٹر کو ابتداء ہی سے یہ بات مریض اور اس کے لواحقین کے ذہن نشین کروادی ہی چاہیے کہ اگرچہ ہم مرض کا بہترین علاج کرنے کی کوشش کریں گے لیکن شفاذینا اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے اس لیے اپنی ساری امیدیں اللہ تعالیٰ ہی سے وابستہ رکھیں۔ اس سے انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب ہو گی اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کے لیے انھیں قرآن میں تجویز کردہ درج ذیل نسخے کی تعلیم دینی چاہیے۔

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز سے مددلو۔ اللہ صبر کرنے

والوں کے ساتھ ہے۔“ (ابقرہ۔ ۱۵۳)

اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی تلقین کرنی چاہیے اور دعا کا بہترین طریقہ نماز ہے۔ یہی

تعلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دی جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے:

”حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ایک مرتبہ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ میری آنکھ لگ گئی تھی اور مجھے پیٹ درد کی دلکشی تھی۔ حضور نے مجھ سے پوچھا۔ ابو ہریرہ! کیا تمھیں درد شکم ہے؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا۔ پھر تم نماز پڑھو۔ نماز میں شفا ہے۔“ (سنن ابن ماجہ)

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ سب مریض ایک صحت مندانہ انسان کی طرح وضو کرنے اور نماز پڑھنے کے قابل نہیں ہوتے ایسی صورت میں انھیں مرض کی حالت میں نماز ادا کرنے کے طریقے کی تعلیم بھی دینی چاہیے۔ مریض عورتوں کو پردے کی بھی تلقین کرنی چاہیے۔

۳۔ صبر، نماز اور دعا کی تلقین کے علاوہ مریض اور اس کے لواحقین کو اللہ کا ذکر (سبحان الله والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم) کرنے، استغفار (استغفر لله الذي لا إله إلا هو الحي القيوم و اتوب إليه) کرنے اور زیادہ سے زیادہ مالی صدقہ کرنے کی بھی ترغیب دلانی چاہیے۔

مریض کو یہ بات باور کرانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ یہاں اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عذاب یا سزا نہیں ہے بلکہ اس کے لیے خطاوں کی معافی اور اجر عظیم کا ذریعہ ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

”اور ہم ضرور تمھیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمد نہیں کے گھائے میں جتنا کر کے تھماری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں۔ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلت کر جانا ہے، انھیں خوشخبری دے دو کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی۔ اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔“ (البقرہ ۱۵۵-۱۵۷)

احادیث رسول میں یہ مضمون اس طرح بیان ہوا ہے:

”حضرت ام العلا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ میری عبادت کو تشریف لائے اور فرمایا۔ ام العلا! تمہیں خوشخبری ہو مسلمان کی بیماری اس کے گناہوں کو یوں دور کر دیتی ہے جیسے آگے سونے چاندی کا کھوب دور کر دیتی ہے۔“ (ابوداؤد)

”حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی یہاں تک اسے کوئی کاناٹک نہیں چھوتا مگر اس کے ذریعے سے اس کے گناہ معاف کر دیتے جاتے ہیں اور اس کی خطائیں دور کر دی جاتی ہیں۔“ (مؤطرا امام مالک)

- ۲ - ہمارے معاشرے میں مریض اور اس کے لواحقین بعض اوقات ضعیف الاعتقادی کی وجہ سے شفا کے لیے ایسے ذرائع استعمال کرتے ہیں جن میں شرک کی آلاتش ہوتی ہے۔ اگر ڈاکٹر کو کوئی ایسی چیز نظر آئے تو مریض کو ایسا کرنے سے منع کر دینا چاہیے۔ اس بارے میں درج ذیل حدیث ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

”حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود نے میری گردن میں ایک دھاگا بندھا ہوا دیکھا پوچھا یہ دھاگا کیسا ہے۔ میں نے کہا پڑھا ہوا گذرا ہے۔ وہ کہتی ہیں ابن مسعود نے اسے توڑ پھینکا اور فرمایا۔ ابن مسعود کے گھر والو تمہیں شرک کی باتوں سے بے نیاز رہنا چاہیے۔ میں نے رسول اللہ سے خود سنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ جہاڑ پھونک، نظر کے لیے منکے اور زوجین کے لیے محبت کے جادو، یہ سب باتیں شرک ہیں۔“ (ابوداؤد)

یہاں یہ بات بتا دینا ضروری ہے کہ اس حدیث میں زمانہ جانیت کے تعویذ گذے اور جہاڑ پھونک کا ذکر ہے جو کہ غیر اللہ کے نام پر کیے جاتے تھے۔ لیکن قرآنی آیات، اور مسنون دعاؤں کے ذریعے تعویذ کرنا یا پھونکنا شرک نہیں ہے۔

۵۔ ایک مسلمان ڈاکٹر کو مریضوں کا مناسب علاج کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے لیے شفائے مرض کی دعا بھی کرنی چاہیے۔ یہ بھی مریض کے حق میں ایک صدقہ ہے اور اس سے ڈاکٹر بھی اجر کا مستحق ہو گا اور دعا کی قبولیت سے مریض کو بھی فائدہ حاصل ہو گا۔ اس بارے میں درج ذیل حدیث ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

”حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی مسلمان کی اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دعا قبول ہوتی ہے اور اس کے پاس ایک فرشتہ ہے جس کے ذمے یہ کام ہے کہ جب وہ اپنے کسی بھائی کے لیے (غائبانہ) کوئی اچھی دعا کرے تو وہ کہتا ہے کہ تیری یہ دعا اللہ قبول کرے اور تجھے بھی وہی خیر عطا فرمائے (جو تو نے اپنے بھائی کے لیے مانگی ہے)۔“ (صحیح مسلم)

مریض سے متعلق دعا کا ایک پہلو اور بھی ہے جس کی درج ذیل احادیث میں نشاندہی کی گئی ہے۔

”حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم مریض کی عیادت کیا کرو اور اس سے درخواست کیا کرو کہ وہ تمہارے لیے، اللہ سے دعا کرے کیوں کہ مریض کی دعا بالاشبہ مقبول ہوتی ہے اور اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔“ (الترغیب والترہیب)

”حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس سے درخواست کرو کہ وہ تمہارے حق میں دعا کرے کہ اس کی دعا فرشتوں کی مانند ہوتی ہے۔“

(سنن ابن ماجہ)

۶۔ مسنون دعائیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بے حد پسند ہے کہ اس کے بندے اس کے حضور دعاؤں کا نذر آنہ پیش کریں۔ اپنی حاجتیں اس سے مانگیں، اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں۔ وہ سمع الدعاء (دعاؤں کا سنبھال والا) اور مجیب الدعوات (دعائیں قبول کرنے

والا) ہے۔ ارشادِ بانی ہے:

”تحارِ رب کہتا ہے مجھ سے دعائیں میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ جو لوگ گھنٹہ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔“ (المون ۲۰)

”جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے پوچھیں تو آپ کہہ دیں کہ میں ان کے قریب ہی ہوں۔ ہر مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔ پس وہ مجھ سے ہی مانگیں اور مجھی پر ایمان لا کیں تاکہ وہ راہ ہدایت پا لیں۔“ (البقرہ ۱۸۶)

احادیث میں یہ مضمون یوں بیان کیا گیا ہے:

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک کوئی چیز اور کوئی عمل دعا سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔“ (ترمذی)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ سے نامانگے اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔“ (ترمذی)

یوں تو مریض اور اس کے لواحقین، سادہ الفاظ میں اپنی مادری زبان میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کر سکتے ہیں اللہ سب دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور عمل سے امت کو قرآن و حدیث سے کئی خاص ایسی دعائیں بھی سکھلائی ہیں جن کے ذریعے سے مریض اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے مرض کی شفا کے لیے درخواست کر سکتا ہے۔ ایک اسلامی معاشرہ میں یا مسلمان ڈاکٹروں کے زیر نگرانی قائم شدہ ہبتالوں، نرنسگ ہومز اور کلینیکس میں اس بات کا اہتمام کیا جانا چاہیے کہ یہ دعائیں مریضوں اور ان کے لواحقین کو سکھائی جائیں۔ اس کے لیے مختصر دو صفحے چھاپ کر بھی مہیا کیے جاسکتے ہیں۔ اسلامی اصلاحی تنظیمیں بھی یہ کام کر سکتی ہیں۔

دعاؤں کی فہرست و یہے تو خاصی طویل ہے لیکن مندرجہ ذیل دعاؤں کا خاص اہتمام

کیا جاسکتا ہے۔

☆ "حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو اپنے اوپر معدودات (قرآن کی آخری تین سورتیں۔ قل هو اللہ، قل اعوذ بر رب الْفَلْقِ، قل اعوذ بر رب النَّاسِ) پڑھ کر اپنے آپ پر دم کیا کرتے تھے۔ (مرض الموت میں) جب آپ کی بیماری شدید ہو گئی تو پھر میں یہ سورتیں پڑھ کر آپ پر دم کرتی تھی اور برکت کے لیے خود آپ ہی کے ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرتی تھی..... اس حدیث کے ایک راوی امام زہریؓ سے پوچھا گیا کہ حضورؐ کیسے دم کیا کرتے تھے تو انہوں نے بتایا کہ حضورؐ اپنے ہاتھوں پر دم کرتے پھر انھیں اپنے چہرے پر پھیر لیتے۔" (بخاری)

☆ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت ایوب علیہ السلام جب شدید بیمار ہوئے تو انہوں نے بھی بہت مختصر الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے اپنی صحت کے لیے دعا مانگی۔ ان کی دعا ہم ان الفاظ میں مانگ سکتے ہیں۔

رَبِّ إِنِّي مَسْنَى الظُّرُورَ وَأَنْتَ أَرَحَمُ الرَّاحِمِينَ ط

(اے میرے رب مجھے ایک بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں

سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے)

☆ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درج ذیل قول نقل کیا گیا ہے۔

وَإِذَا مَرِضَ ثُفِهُوا يَشْفَعُونَ ط (الشعراء۔ ۸۰)

(اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ اللہ ہی مجھے شفادیتا ہے)

یہ آیت بھی اللہ تعالیٰ سے شفا طلب کرنے کے لیے بار بار پڑھی جاسکتی ہے۔

☆ مختلف احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل سورتوں اور آیات کو انتہائی اعلیٰ فضیلت کا حامل قرار دیا ہے۔

سورۃ فاتحہ۔

سورہ اخلاص۔ (قل هو اللہ احد)

آیت الکری -

سورہ البقرہ کی آخری دو آیتیں۔ (امن الرسول سے ختم سورہ تک)
سورہ آل عمران کی آخری آیات (ان فی خلق السموات سے ختم سورہ تک)
حضرت علیؑ نے سارے قرآن کوہی امراض کا بہترین علاج قرار دیا ہے۔ قرآن کی
تلاوت اور خصوصاً مندرجہ بالا سورتوں اور آیات پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفا حاصل کی
جائسکتی ہے۔

☆ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت
کے لیے تشریف لائے اور ان الفاظ میں میرے لیے دعا کی:

اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا.

(اے اللہ سعد کو شفا عطا فرم۔ اے اللہ سعد کو شفا عطا فرم) (مسلم)

عیادت کرنے والے لوگ یا مریض کے لواحقین مریض کے پاس بیٹھ کر یہ مختصر دعا کر
سکتے ہیں اور سعد کی جگہ مریض یا مریضہ کا نام لے سکتے ہیں۔

☆ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر کوئی
کسی ایسے مریض کی عیادت کے لیے جائے جس کی موت کا وقت نا آپنچا ہو اور سات دفعہ یہ
کلمات کہے تو اللہ مریض کو اس مرض سے عافیت دے گا۔

أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ. أَنْ يُشْفِيكَ ط
(میں بڑی عظمت والے اللہ سے جو عرش عظیم کا رب ہے۔ سوالی ہوں کہ وہ
تجھے شفاء دے)۔ (ترمذی۔ ابو داؤد)

☆ حضرت عثمان بن العاصؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے اپنے جسم میں ایک درد کی شکایت کی تو رسول اللہ نے فرمایا۔ اپنے ہاتھ درد کی جگہ پر کھو
اور تین مرتبہ بسم اللہ پڑھوا اور پھر سات مرتبہ یہ دعا پڑھو۔

أَغُوذُ بِعِزَّةِ اللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأَحَادِيرُ.

(میں اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کی قدرت کاملہ کی پناہ چاہتا ہوں اس تکلیف کے شر سے جو مجھے لائق ہے اور اس سے بھی جس کا مجھے خطرہ ہے)
(مسلم)

☆ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھروالوں کی عیادت کرتے ہوئے اپنادایاں ہاتھ مریض کے جسم پر پھیرتے اور فرماتے:

اللَّهُمَّ أَذْهِبْ إِلَيْنَا رَبَّ النَّاسِ وَأَشْفُّ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا
شِفَاءُكَ. شِفَاءُ لَا يُغَادِرْ سَقْمًا

(اے انسانوں کے پروردگار یہاں کو دور کر دے اور شفا عطا فرمائے آپ کی دی ہوئی شفا کے سوا اور کوئی شفا نہیں ہے۔ ایسی شفا بخش کہ ذرا بھی یہاں کی نہ رہے)۔ (متقن علیہ)

☆ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات سے (اپنے دونوں نواسوں) حضرت حسنؓ اور حسینؓ پر دم کیا کرتے تھے۔

أَعْيُذُ كُمَا بِكَلِمَاتِ اللَّهِ الْعَامِةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ، وَ هَامِةٍ، وَ كُلِّ
عَيْنٍ لَامِةٍ ط

(میں تم دونوں کو اللہ کے پورے پورے کلموں کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان کے اثر سے اور ڈسے والے ہرز ہر لیے کیڑے سے اور لگنے والی ہر نظر بد سے)۔ (ترمذی۔ ابو داؤد)

اگر کسی ایک شخص کے لیے یہ دعا مانگنی ہو تو اعیذُ کُمَا کی بجائے اعیذُکَ (مرد کے لیے) اور اعیذُکَ (عورت کے لیے) کہنا چاہیے۔

☆ حضرت ابوسعید حذریؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریلؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا۔ کیا آپ یہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ جبریلؐ نے آپ کے لیے ان الفاظ میں دعا کی:

بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ. مِنْ كُلَّ شَيْءٍ يُؤْذِنِيكَ. مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ

عَيْنِ حَاسِدٍ. اللَّهُ يَشْفِيكَ، بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ ط
”میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ کو دم کرتا ہوں ہر ایسی چیز سے جو آپ کو
تکلیف دے۔ ہر شخص کی برائی سے یا حاصلہ کی نظر بد سے۔ اللہ آپ کو شفا
بخشنے گا۔ میں اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔“ (مسلم)
یہ دعا مردوں کے لیے ہے اور کسی عورت کے لیے مانگنی ہوتا کی بجائے ک
پڑھیں۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ
دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْقِحَّةَ وَالْعِفَةَ وَالْأَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ.

وَالرِّضَى بِالْقَدْرِ ط

”اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں صحت و تندرسی، اور عفت و پاکدامنی، اور
امانت کی صفت، اور اچھے اخلاق، اور راضی بہ تقدیر ہنا۔“

(دعوات کبیر للبيهقي)

☆ دعا کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ:

○ کہ جب اللہ سے مانگو اور دعا کرو تو اس یقین کے ساتھ کرو کہ وہ ضرور
قبول کرے گا اور عطا فرمائے گا۔ اور جان لو اور یاد رکھو کہ اللہ اس کی دعا کو
قبول نہیں کرتا جس کا دل (دعا کے وقت) اللہ سے غافل اور بے پرواہ ہو۔

(روایت حضرت ابو ہریرہؓ۔ جامع ترمذی)

○ دعا مانگنے والا اور جس کے لیے دعا مانگی جا رہی ہے دونوں رزق حلال کا
اہتمام کریں۔

○ فضال بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو دعا کرنے سے پہلے اسے چاہیے کہ اللہ کی
حمد و شکر کرے۔ پھر اس کے رسول پر درود بھیجیے اس کے بعد جو چاہے اللہ

سے مانگے۔ (ترمذی)

اس حدیث پر عمل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دعاء مانگنے سے پہلے بسم
الله الرحمن الرحيم. الحمد لله رب العالمين و الصلوة
والسلام على رسوله الكريم پڑھنا چاہیے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ
دعاء مانگنے کے بعد آخر میں آمین، اور درود شریف (صلی اللہ تعالیٰ علی
خیر خلقہ محمد وعلی الله واصحابہ اجمعین، برحمتک یا
ارحم الراحمین) پڑھا جائے۔

۷۔ حالت نزع اور موت۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ہر تنفس کو ایک دن موت کا مزہ چکھنا
ہے۔ اس سے کسی کو مفر نہیں ہے۔ ہپتا لوں میں یا گھروں میں زیر علاج مریضوں کی موت کا
وقت بھی آ سکتا ہے۔ زندگی کی مہلت جب ختم ہو جاتی ہے تو اس میں ایک سینکڑا کا اضافہ بھی
ممکن نہیں ہوتا۔ ہر انسان کو اپنے پروردگار، قادر مطلق کے فیضے پر سر تسلیم خم ہی کرنا پڑتا ہے۔
ہمارے دین نے اس موقع کے لیے بھی ہمیں قیمتی ہدایات دی ہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ
اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہم تک پہنچاتے ہیں:

”اپنے فوت ہونے والوں کے پاس لا الہ الا اللہ کے کلمات دہراتے
رہو۔“ (مسلم)

جب کوئی شخص جانکنی کے عالم میں ہو تو اس کے لواحقین کے لیے ایک اور ہدایت
حضرت محقق بن یسارؓ کی اس روایت سے ملتی ہے:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے مرنے والوں پر سورۃ

یس پڑھا کرو۔“ (مسند احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ)

ہپتا لوں میں اس بات کا اہتمام ہونا چاہیے کہ وہاں قرآن کریم کے نئے موجود
ہوں جو مریضوں کے لواحقین لے کر پڑھ سکیں۔ مریض کے پاس بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرنا
باعث برکت ہے۔

مریض کے فوت ہونے کی صورت میں لواحقین کا روناقدرتی امر ہے۔ ایسی حالت

میں انھیں صبر کی تلقین کرنی چاہیے۔ زبان سے صرف انا اللہ وانا الیہ راجعون یا کوئی اور بخلائی کا
کلمہ کہنا چاہیے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اس موقع پر مرنے والے کے
عزیز، رشته دار جو بات بھی زبان سے نکالتے ہیں فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ درج ذیل
حدیث میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے:

”حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے
بیٹے ابراہیم کے پاس تشریف لائے جب کہ وہ موت کی آغوش میں تھے۔
آپؐ کی مبارک آنکھوں نے آنسو بننے لگے۔ (یہ دیکھ کر) حضرت
عبد الرحمن بن عوفؓ نے آپؐ سے کہا۔ یا رسول اللہ آپؐ بھی ردور ہے ہیں؟
آپؐ نے فرمایا۔ اے عوفؓ! یہ (رونا) اللہ کی رحمت ہے اور پھر رونا شروع
کر دیا اور فرمایا۔ آنکھیں آنسو بھا رہی ہیں اور دل غمگین ہے۔ اور ہم
صرف وہی کلمات کہتے ہیں جن کو ہمارا رب پسند کرتا ہے۔ اور اے ابراہیم
ہم تیری جدائی میں غمگین ہیں۔“ (مسلم)

ایسے موقع پر ہسپتال کے عملکاروں کو چاہیے کہ فوت ہونے والے کے لواحقین کو صبر کی تلقین
کریں۔ بلند آواز سے رونے اور برے کلمات زبان سے ادا کرنے سے منع کریں۔ اللہ تعالیٰ
نے صبر کرنے والوں کے لیے قرآن میں کئی مقامات پر بے پایاں اجر کا وعدہ کر رکھا ہے۔

مریض کیلئے تفصیلی ہدایات - مریض کا معاملہ

عام طور پر دیکھا گیا ہے اور خصوصاً سرکاری ہسپتالوں میں یہ بات بہت عام ہے کہ ڈاکٹر مریض کی بات سن کر اور اس کا معاملہ کر کے نسخہ لکھ کر جلدی سے فارغ کر دیتے ہیں اور مریض کو اس کی بیماری اور علاج کے بارے میں کم سے کم ضروری معلومات بھی نہیں دی جاتیں۔ مریض کو یا تو کچھ پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملتا یا پھر اس کے کئی سوالات تشنہ رہ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ مریض کو اس کی بیماری، علاج اور پرہیز وغیرہ کے معاملے میں کم سے کم ضروری معلومات ضروری جائیں۔ اس سے علاج کی صحیح پیروی (Compliance) میں مدد ملتی ہے اور مریض ایسی غلطیاں نہیں کرتا جو اس کے علاج کے موثر ہونے پر اثر انداز ہوں۔ مریض کو جو بھی دوا لکھ کر دی جائے اس کے اوقات اور خوراک مریض کے ذہن نشین ہونی چاہیے۔ پڑھے لکھے مریضوں کے لیے ہر دوا کے نیچے اس زبان میں ہدایات ہوں جو مریض پڑھ سکتا ہو۔ نئے پرہیز وغیرہ کو جو بھی لکھنا چاہیے اور یہ بھی درج کرنا چاہیے کہ کون سی دوا کتنے دن استعمال کرنی ہے اور دوبارہ معاملہ اور Follow up کے لیے کب آنا ہے۔

مریض کو یہ بھی بتانا چاہیے کہ علاج کے دوران کیا کیا مشکلات پیش آئیں۔ کس دوا کے کیا بارے نتائج ہو سکتے ہیں۔ مریض کو علاج سے کتنے دنوں بعد فائدہ کی توقع کرنی چاہیے۔ اگر کوئی نیست لکھ کر دیا جا رہا ہے تو اس کے متعلق مریض کو یہ بتانا چاہیے کہ اس کے لیے پہلے سے کیا تیاری کرنی ہے۔ مثال کے طور پر نیست خالی معدہ ہو گایا کھانے کے بعد وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح اپریشن سے پہلے بھی تفصیلی ہدایات دی جاتی ہیں۔

یہ بات تو واضح ہے کہ اکثر اوقات ڈاکٹر بذات خود اتنا مصروف ہوتا ہے کہ وہ یہ

سارے کام خود نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ زیر یہ عملہ (نر، ڈپنسر وغیرہ) یہ کام سرانجام دیں۔ اس کے لیے ان کی مناسب تربیت ضروری ہے۔

تحصیصی ہپتا لوں اور کلینکس میں کچھ معروف بیماریوں کے لیے ہدایات پر مشتمل چھپا ہوا دوورقہ تیار کر کے مریضوں کو دیا جا سکتا ہے۔ ان بیماریوں میں دل کی بیماریاں، ٹنی بی، ذیا بیطس، زچگی، دمہ، جوڑوں کا درد، پہپا نائش، ایڈز، دماغی امراض اور کینسر کی بیماریاں شامل ہیں۔ یہ ہدایات مریض کے لیے بھی ہو سکتی ہیں اور مریض کے لواحقین کے لیے بھی۔

مریض کا معائنہ کرنے سے پہلے اس سے اس کی اجازت لے لینی چاہیے اور خصوصاً اگر جسم کے پوشیدہ حصوں کا معائنہ درکار ہو تو اسے نزدی سے یہ بات بتا کر اس کی آمادگی معلوم کر لینی چاہیے۔ اور معائنہ کرتے وقت پر دہ داری کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ بھرے مجمع میں دوسرے مریضوں اور غیر متعلقہ لوگوں کے سامنے معائنہ نہیں ہونا چاہیے۔ معائنہ شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے سے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر و برکت شامل ہو جائے گی۔ اس لیے اس کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے۔ مریض کو اس کے علاج کے بارے میں معلومات دے کر جب اس کی شفافیت کی امید دلائی جائے تو ان شاء اللہ ضرور کہنا چاہیے۔

حرام دواؤں کے استعمال سے پرہیز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ”اللہ تعالیٰ نے بیماری بھی اتنا ری ہے اور دواؤں بھی۔ اور اس نے ہر بیماری کا علاج پیدا کیا ہے۔ اس لیے علاج کرو مگر حرام چیزوں سے علاج نہ کرو۔“ (ابوداؤد)

اس حدیث کی روشنی میں ایک مسلمان ڈاکٹر کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ ایسی ادویات اپنے مريضوں کے لیے تجویز نہ کرے جن میں حرام اجزاء ہوں۔ اسی طرح بعض اوقات مريضوں کو تیار شدہ غذا میں (Food Preparations) بھی دینی پڑتی ہیں۔ باہر سے درآمد شدہ غذائی فارمولوں میں اکثر جانوروں سے حاصل کیے ہوئے اجزاء شامل ہوتے ہیں جو کہ یا تو وہ خود حرام ہوتے ہیں یا ان کو شریعت کے تابع ہوئے طریقے کے مطابق ذبح نہیں کیا گیا ہوتا۔

بہت سی دواؤں خصوصاً کھانی کے شربت میں الکھل شامل ہوتی ہے جو کہ حرام ہے۔ لیکن ایسے کف سیر پ بھی دستیاب ہیں جن میں الکھل نہیں ہوتی۔ ان کے استعمال کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

اسی طرح درآمد شدہ Hormones اور Enzymes پر مشتمل ادویات پر خاص طور پر نظر رکھنی چاہیے۔ ان میں سے صرف Synthetic Products ہی استعمال کرنے چاہیں۔ کیوں کہ ان میں سے اکثر حرام اور غیر ذیجہ جانوروں سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ انجکشن لگانے کے لیے Methylated Spirit کی بجائے Savlon اور Dettol خلأ Antiseptics وغیرہ استعمال کئے جائیں کیونکہ پرست میں بھی Ethyl Alcohol ہوتی ہے۔

قریب المرگ مریض - موت، تدفین

جن مریضوں کے زندہ رہنے کی کوئی امید باقی نہ رہی ہو۔ ان کے بارے میں ڈاکٹر پر ایک خصوصی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ زندگی کے آخری دنوں میں مریض کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانا اور زہنی سکون مہیا کرنا ضروری ہے۔ مریض کی علامات پر نظر رکھنا اور درد، پریشانی اور خوف دور کرنے کے لیے مناسب ادویات تجویز کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی زندگی سے مایوس ہونے کے باوجود اس سے رابطے میں کمی نہ آئے۔ مریض کے لواحقین کے تعاون سے مریض کی جسمانی صفائی اور طہارت کا بہتر سے بہتر معیار برقرار رکھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ اس کے ناخن کاٹنا، جامت بنانا اور جسمانی صفائی کے ساتھ صاف سترے کپڑے پہنانا، خوشبو لگانا، مریض کو نفیا تی طور پر بہتر حالت میں رکھنے میں معاون ثابت ہو گا اور اس سے عیادت کے لیے آنے والے لوگ بھی اس سے کوئی اکتاہست اور نفرت محسوس نہیں کریں گے۔ مریض کو وضو یا تمیم کے ساتھ بستر ہی میں نمازوں کی آسانی مہیا کی جانی چاہیے۔ ایسی حالت میں ادا کی جانے والی نمازوں کا اجر صحبت کی حالت میں پڑھی جانے والی نمازوں سے کہیں زیادہ ہے۔

جب موت کے لحاظ قریب آ لگیں تو مریض کے پاس یہی کر قرآن کریم کی تلاوت خصوصاً سورہ یا سین پڑھنے کی بہت فضیلت ہے۔ کلمہ طیبہ بھی پڑھنا چاہیے۔ لیکن مریض کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ تم کلمہ طیبہ پڑھو کیوں کہ وہ چڑھا کر نے سے انکار کر سکتا ہے۔

موت واقع ہونے پر میت کی آنکھیں بند کر دی جائیں اور اس کا چہرہ قبلہ رخ پھیر دیا جائے۔ اعزاز اور اقرباً کو انا اللہ و انا الیہ راجعون پڑھنے کی تلقین کی جائے اور صبر کرنے کی فضیلت بتائی جائے۔ بلند آواز سے آہ و زاری کرنے، بین کرنے اور ماتم کرنے سے منع کیا جائے۔ میت کے لیے مغفرت کی دعا کی جائے اور اسے جلد از جلد تجهیز و تکفین اور تدفین کے مرحلے سے گزارنے کی تلقین کی جائے۔

کمرہ انتظار میں پڑھنے کا مواد

پرانیوں ہسپتا لوں اور ڈاکٹروں کے نجی کلینیکس کے کمرہ انتظار میں عام طور پر اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ وہاں انتظار کرنے والے مریضوں اور ان کے لواحقین کے وقت گزارنے کے لیے پڑھنے کا کوئی مواد موجود ہو۔ اس مقصد کے لیے ایسی جگہوں میں عموماً عامیانہ طرز کے تصاویر و اے اردو انگریزی میگزین یا فلمی رسالے رکھے جاتے ہیں۔ ایک مسلم ڈاکٹر کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ اس کی بجائے پاکیزہ لٹریچر مہیا کیا جائے جو دلچسپ بھی ہو اور اصلاحی بھی۔ ایسے ہلکے ہلکے لٹریچر کے ذریعے لوگوں کو رجوع الی اللہ کی طرف مائل کیا جاسکتا ہے۔ آج کل بچوں اور بڑوں اور خواتین کے لیے ایسے لٹریچر کی نہیں ہے اور وسیع موضوعات پر دینی اور اخلاقی مطبوعات دستیاب ہیں۔ اسی کے ساتھ ہی باترجمہ قرآن کے ایک دو نسخے بھی رکھے جاسکتے ہیں۔ اور ایک جائے نماز بھی مہیا کیا جاسکتا ہے تاکہ زیادہ دیر انتظار کی وجہ سے لوگوں کی نماز قضاۓ ہو۔ کمرہ انتظار کی دیواروں پر بے کار تصویریں لگانے کی بجائے ایسے کتبات لگائے جائیں جن پر مختلف دعائیں ترجمے کے ساتھ درج ہوں۔ مثال کے طور پر درج ذیل دعائیں لکھی جاسکتی ہیں:

☆ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ط

”اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ اللہ ہی مجھے شفا دیتا ہے۔“

☆ لَا تَقْنطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ط

”اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔“

☆ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي ط

”اے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا پس تو مجھے معاف کر دے۔“

اسی طرح قرآنی آیات اور احادیث کے ذریعے لوگوں کو صحت کے اصولوں کی تعلیم بھی دی جاسکتی ہے۔ ایک معروف فزیشن کے کلینک کے کمرہ انتظار میں درج ذیل کتبہ نمایاں طور پر لگا ہوا تھا:

كُلُّوا وَ اشْرِبُوا وَ لَا تُسْرِفُوا
”کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔“

ان سب باتوں کا اہتمام نا صرف پرائیویٹ ہسپتالوں اور بھی کلینکس میں کیا جانا چاہیے بلکہ سرکاری ہسپتالوں میں بھی ایسا کرنا ضروری ہے۔ وہاں مریض بھی زیادہ ہوتے ہیں اور ان کو اکثر انتظار بھی زیادہ دیر کرنا پڑتا ہے۔

طبی خدمت کا معاوضہ

اسلام میں مریضوں سے معاوضہ لے کر ان کی خدمت کرنا بالکل جائز ہے اور رزق حلال کانے کا ایک طریقہ ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور خیر کا نام دیا ہے۔ لیکن اس معاملہ میں ایک بنیادی اور اہم بات ابتداء ہی میں سمجھ لینی چاہیے کہ اسلامی اخلاقی نقطہ نظر سے ڈاکٹر اور مریض کا تعلق (Doctor-Patient Relationship) ایک تاجر اور صارف (Supplier - Consumer Relationship) کے تعلق سے بالکل مختلف ہے۔ مریض اور ڈاکٹر کا رشتہ بنیادی طور پر ایک انسانی اور اخلاقی رشتہ ہے۔ مادی فائدہ اس رشتے میں بالکل ایک ثانوی چیز ہے جو بعد میں آتی ہے۔ ملبوسات کی دکان میں پڑے ہوئے ایک لباس کی اگر کسی کو ضرورت ہے تو اس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی قیمت ادا کرو اور لے جاؤ اور اگر تمہاری جیب میں اتنے روپے نہیں ہیں تو اس کے بغیر ہی پرانے لباس میں گزارہ کرو۔ لیکن اگر کوئی مریض تکلیف میں مبتلا ہے یا اس کی زندگی کو خطرہ ہے تو اس سے یہ کہناحد درجہ کی شقاوت قلبی ہو گی کہ تمہارے علاج کی اتنی قیمت ہے۔ یہ لے آؤ تو علاج ہو جائے گا ورنہ ایسے ہی سک سک کر مرجاؤ۔ اگر کسی معاشرہ میں یہ صورت حال پیدا ہو جائے تو وہ معاشرہ، اس کے افراد اور خصوصاً اس کے حکمران اللہ کی رحمت کے نہیں غصب کے متعلق ہوں گے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر چہ طبی خدمات کا معاوضہ لینا جائز ہے لیکن اسے عام تجارت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہیں تجارت کے عام اصول اس پر جوں کے توں لاگو کئے جاسکتے ہیں۔

ایک ڈاکٹر کو اپنے ذاتی ہسپتال میں اور اسی طرح حکومتی اور نجی اداروں کو اپنے ہسپتالوں میں مختلف طبی خدمات کا معاوضہ مقرر کرتے وقت اپنے معاشرہ کے متوسط اور غریب

طبقات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔ ناجائز منافع خوری جیسے دوسرے کار و بار میں حرام ہے اس سے زیادہ طبی پیشے میں ناپسندیدہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی ہوں ایک شیطانی فعل ہے۔ ایسا روپیہ کبھی انسان کے کام نہیں آتا یا تو کہیں ضائع ہو جاتا ہے یا انسان اسی طرح چھوٹہ کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں اللہ پر توکل کرنے والا شخص کبھی محروم نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسے ذرائع سے رزق بھی پہنچاتا ہے کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ سورہ الطلاق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”یہ باتیں ہیں جن کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے ہر اس شخص کو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا۔ اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور ایسے ایسے راستے سے رزق دے گا جو ہر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔ جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر کھی ہے۔“ (الطلاق - ۲، ۳)

دل کی بُنگی، بُنجل اور حرص اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ افعال ہیں اور ان سے بچنے کی تلقین سورہ الحشر میں یوں کی گئی ہے:

”حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی بُنگی (بُنجل اور حرص) سے بچا لے گئے وہی فلاج پانے والے ہیں۔“ (الحشر - ۹)

طبی خدمات کا معاوضہ وصول کرنے کے سلسلے میں ان مريضوں کا معاملہ بے حد اہم ہے جو نادار ہیں جو اپنے علاج کا پورا خرچ برداشت نہیں کر سکتے یا کچھ بھی خرچ نہیں کر سکتے۔ ایک اسلامی ملک میں ایسے نادار لوگوں کو صحت کی سہولیات فراہم کرنا بنیادی طور پر اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے لیکن پورا معاشرہ اور متعلقہ افراد بھی اس ذمہ داری سے مستثنی نہیں ہیں۔ اگر کسی کے ہمراۓ میں ایک غریب آدمی کسی مرض میں متلا ہے تو اس شخص کی ذمہ داری ہے کہ اس کے علاج کے لیے وہ جو مدد بھی کر سکتا ہے کرے۔ کم از کم اس کو ایسی جگہ پہنچا ہی دے جہاں اس کا علاج ممکن ہو۔ اس بستی کے لوگوں کا بھی یہ فرض ہے کہ زکوٰۃ اور صدقات کی

رقم جمع کر کے اس غریب کی مدد کریں۔

جوڑاکڑ اپنا بھی کلینک یا ہسپتال چلاتے ہیں۔ یادوہ ادارے جو اس قسم کی خدمات لوگوں کو مہیا کرتے ہیں انھیں اپنی سیکم میں ہمیشہ ان نادر مریضوں کے لیے بھی منصوبہ بندی کرنی چاہیے جو ان ہسپتاں کے معمول کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ ڈاکٹر ایسے مریضوں کو کم از کم مفت مشورہ تدوینے ہی سکتے ہیں۔ اور ایسے اداروں میں علاج کے لیے ان کی سفارش کر سکتے ہیں۔ جہاں ان کا مفت یا کم خرچ میں علاج ہو سکے۔ بھی یا ٹرست کے ہسپتاں میں لوگوں سے زکوٰۃ و صدقات جمع کر کے ایک ایسا فنڈ قائم کیا جاسکتا ہے جس سے ان مریضوں کی دیکھی بھال کی جاسکے۔ یہاں اس بات کا ذکر کر دینا بھی مناسب ہو گا کہ جو ہسپتال تجارتی بنیادوں پر چلانے جا رہے ہیں ان کے لیے تجارتی زکوٰۃ ادا کرنا اسی طرح ضروری ہے جیسے دوسرے تجارتی اداروں کو ادا کرنا ہوتی ہے۔ اگر یہ ہسپتال باقاعدگی سے ہر سال اپنی تجارتی زکوٰۃ غرباء کے لیے مخصوص فنڈ میں جمع کرتے رہیں تو اس سے بہت سے مریضوں کا مفت یا کم خرچ پر علاج کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ اس قسم کی خدمات کا اہتمام کر کے ڈاکٹر حضرات آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں جس عظیم اجر کے امیدوار ہو سکتے ہیں وہ اس دنیا میں ملنے والے چند روپوں سے بدر جہاز یادہ قیمتی اور باقی رہنے والا ہے۔

عملی بد (Malpractice)

اس موضوع کے تحت ان بہت سی بد عملیوں (Malpractices) اور پیشہ ور انہ بد دینامیوں کی نشاندہی کرنا مقصود ہے جو بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں میڈیکل پروفیشن میں داخل ہو گئی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ غالب آبادی کی اسلامی اخلاقی اقدار سے روگردانی، مال کی حرص، مادہ پرستی اور خوف خدا کا فقدان ہے۔ ان میں کئی خرابیاں ایسی ہیں جو ایک مادی معاشرے میں بھی معیوب ہی بھی جاتی ہیں۔ ہمیلٹھ سروس کو ایک تجارت بھی سمجھ لیا جائے تب بھی بہت سے معمولات جو عام تجارت میں جائز اور مباح ہیں صحت کے شعبہ میں ناپسندیدہ قرار پاتے ہیں۔ معمول کی عام خرابیاں درج ذیل ہیں۔

- ۱- مریضوں کو نجی کلینک پر آنے کے لیے مجبور کرنا۔ اس خرابی کا تعلق سرکاری ہسپتاں میں کام کرنے والے ڈاکٹروں سے ہے۔ اکثر ان ڈاکٹروں کو سرکاری اوقات کار کے بعد اپنے نجی کلینک چلانے کی اجازت ہوتی ہے۔ عام طور پر یہ پیشہ ڈاکٹر سرکاری ہسپتاں کو اپنی ذاتی پریکش کے لیے مریض مہیا کرنے کا ذریعہ بنایتے ہیں۔ دیانتداری کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ ڈاکٹر اپنے سرکاری اوقات کار میں آؤٹ ڈور میں پورا وقت دیں اور مشورہ کے لیے مریضوں کو دستیاب رہیں۔ لیکن آج کل بہت کم لوگ ایسا کرتے ہیں۔ جب ہسپتال میں یہ ڈاکٹر ہاتھ نہیں آتے تو مریض مجبوراً ان کے نجی کلینکس کا رخ کرتے ہیں۔ یوں بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے کسی کلر کو اس کام کے لیے معین کیا ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو یہ بتائے کہ ڈاکٹر صاحب یہاں ہسپتال میں تو بہت مصروف ہوتے ہیں اور ان کے لیے ہر مریض دیکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ اگر آپ ان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں تو شام کو ان کے پرائیویٹ کلینک پر چلے جائیں اور اس کا ایڈریس یہ ہے۔ کچھ ڈاکٹروں نے ہسپتال کے دوسرے شعبوں میں یا دوسرے سرکاری ہسپتاں میں وہاں کے

شاف ہی کے لوگوں میں سے اپنے ایجنت چھوڑے ہوتے ہیں جو مریضوں کو درغلہ کرانے کے لیکن پر بھیجتے ہیں اور ہر مریض کے بد لے کمیشن حاصل کرتے ہیں۔

بعض اوقات یہ پیشہ کی حضرات ایک بار تو سرکاری ہسپتال میں مریض دیکھ لیتے ہیں لیکن خود ہی اسے یہ مشورہ دیتے ہیں کہ یہاں سرکاری ہسپتال میں داخل ہونے سے بہتر ہے کہ وہ ان کے کسی پرائیویٹ ہسپتال میں داخل ہوں اور اپریشن یا باقی علاج وہاں کرائیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپریشن تو مریض کا سرکاری ہسپتال میں ہی کرتے ہیں لیکن سرکاری ہسپتال کی مقرر کردہ فیس کے علاوہ بالا بالا اس سے مزید بھاری فیس الگ وصول کر لیتے ہیں۔ یہ سب صورتیں ایسی ہیں کہ ایک ڈاکٹر کے وقار اور اس کے مقام سے گری ہوئی ہیں اور کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اخلاقی معیار سے بھی پست ہیں۔

۲۔ مریض بھیجنے (Referral) پر کمیشن کا حصول۔ اس بدلی میں عام طور پر پرائیویٹ لینک، ہسپتال، لیبارٹریاں اور تشخیصی مرکز ملوث ہیں۔ ایسے ادارے چلانے والے حضرات جن کا مقصد صرف روپیہ کانا ہوتا ہے دوسرے ڈاکٹروں کو یہ پیش کرتے ہیں کہ انھیں مختلف خدمات کے لیے مریض بھیجیں اور ہر مریض کے عوض اتنا کمیشن حاصل کریں۔ ایسا عام طور پر لیبارٹری میں ہو، تیٹی سکنیں اور ایم آر آئی کے لیے کیا جاتا ہے۔ یہ ایسی معیوب بات ہے کہ بد عنوانی بھی پیدا ہوتی ہیں جن کا نقصان بر اور است مریض کو پہنچتا ہے۔ پہلی خرابی تو یہ ہے کہ مریض پر مالی بوجھ میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر سورود پے کے ٹیکٹ پر نیس روپے کمیشن دیا جائے تو اصل میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو ٹیکٹ ایک لیبارٹری اسی روپے میں کرنے ہی ہے اس کے لیے مریض کو سورود پے ادا کرنے پڑ رہے ہیں اور سیٹی ایم آر آئی وغیرہ پر یہ رقم ہزار روپے بن جاتی ہے۔ ایک مریض جو اپنی بھاری اور علاج کے اخراجات کے بوجھ تلنے پہلے ہی دبا ہوا ہے۔ اس پر اس کمیشن کا مزید بوجھ بھی ڈال دیا جاتا ہے یہ ایک غیر انسانی روایت ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ مریض بھیجنے والے ڈاکٹر کو کمیشن دینے کی بجائے مریض کا بوجھ کم کیا جائے۔

اس بعملی کی دوسری خرابی غیر ضروری Referral ہے۔ مریض سمجھنے والے ڈاکٹر کمیشن کے لائق میں ایسے نیست یا مشورے بھی تجویز کر دیتے ہیں جن کی ان کو ضرورت نہیں ہوتی اور ان کے مرض سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس سے نا صرف مریض پر مزید ناروا مالی بوجھ پڑتا ہے بلکہ اس کا وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔ مریض اور اس کے احتجین پہلے ہی ناگہانی اخراجات، اور ہسپتالوں اور لیبارٹریوں کے چکروں میں پریشان ہوتے ہیں۔ اس مصیبت میں ان کو مزید الحجہ دیا جاتا ہے۔ یہ ایک انتہائی غیر انسانی اور غیر اخلاقی حرکت ہی نہیں بلکہ پر لے درجے کی حصہ زر، شفاقت قلبی اور ظلم کی انتہا ہے جس کے لیے ایسا کرنے والوں کو آخرت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دی کرنا پڑے گی۔

۳۔ پرائیویٹ ہسپتالوں میں غیر ضروری اخراجات۔ غیر ضروری نیشنوں اور مشوروں کے ذریعے مریض پر ناجائز بوجہ ڈالنے کا ایک اور طریقہ پرائیویٹ ہسپتالوں میں بھی رائج ہے۔ وہاں پر آؤٹ ڈور میں آنے والے یا وارڈ میں داخل مریضوں کو وہ تمام نیٹ لکھ دیے جاتے ہیں جو اس ہسپتال کی لیبارٹری میں یا ایکس رے ڈپارٹمنٹ میں کیے جاسکتے ہیں۔ چاہے ان کا اس مریض کے مرض سے کوئی تعلق ہو یا نہ ہو۔ اس طرح ان ہسپتالوں میں اس بعملی کی ایک صورت یہ ہے کہ داخل شدہ مریضوں کے معائنے کے لیے ہر وہ Consultant آموجو ہوتا ہے جس کا اس ہسپتال سے کوئی تعلق ہو اور وہ روزانہ اپنی Visit کی فیں مریض کی فائل میں درج کر جاتا ہے۔ ان میں سے اکثر حضرات کا مریض کے مرض سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا اور جب مریض کا بل بن کر آتا ہے تو یہ سب فیں اس میں شامل ہوتی ہیں۔ بعض اوقات مریض کے بل میں ایسی خدمات کی فیں بھی درج کر دی جاتی ہے جو مریض کو مہیا ہی نہیں کی گیں یا مریض کو ان کی ضرورت ہی نہ تھی۔ یہ سب بعملیاں بھی ہوس زر کا نتیجہ ہیں۔

بعض اوقات مریض سے بار بار مشورہ فیں وصول کرنے کے لیے، اسے اس وقت سے پہلے ہی بلا لیا جاتا ہے جبکہ اسے واقعی آنے کی ضرورت ہو۔ یہ بھی Malpractice کی ایک قابل نفرت صورت ہے۔

اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کسی مریض کو صاحبِ ثروت دیکھ کر اس سے مہیا کی گئی خدمات کے مقررہ معاوضہ سے زیادہ رقم وصول کر لی جاتی ہے۔ یہ بھی ناجائز منافع خوری ہی کی ایک صورت ہے۔ ایک نادار مریض کے لیے اس کے طبعی اخراجات میں رعایت دینا ایک بے حد قابل تعریف اقدام ہے لیکن کسی کو مال دار دیکھ کر اس پر ناجائز بوجھہُ النا کوئی پسندیدہ بات نہیں۔ البتہ ان کو اس بات کی ترغیب دی جا سکتی ہے کہ وہ ہسپتال میں قائم شدہ غریب مریضوں کے فنڈ میں عطیات دیں۔

۳۔ دوا ساز کمپنیوں سے متعلق بعملیاں۔ ماضی میں دوا ساز کمپنیوں اور ڈاکٹروں کا تعلق صرف اس حد تک ہی ہوتا تھا کہ کمپنیوں کے نمائندے گھوم پھر کر ڈاکٹروں سے ملاقات کر کے اپنی ادویات ان کو متعارف کر داتے تھے اور کبھی کبھار کوئی چھوٹا موٹا گفت بھی دے جاتے تھے جس پر کسی دوا کا یا کمپنی کا نام لکھا ہوتا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ بعد میں بھی ڈاکٹر کو اس دوا کی یاد دہانی ہوتی رہے۔ ایسی چیزوں کا ڈاکٹر پر کوئی احسان نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ ڈاکٹر کی مہربانی بھی جاتی تھی کہ وہ کسی تجارتی کمپنی کے نام کا کلاک اپنے کلینک میں آؤزیں کر لیتا تھا۔ دوا ساز کمپنیوں کے علاوہ مختلف آلات اور ہسپتالوں سے متعلقہ سامان بنانے والی کمپنیاں بھی ڈاکٹروں سے رابطہ رکھتی تھیں۔ گزشتہ دو دہائیوں سے ان کمپنیوں کی طرف سے بہت سی ایسی ترغیبات دی جانے لگی ہیں جو ڈاکٹروں کو Malpractice کی طرف مائل ضرور کرتی ہیں۔ اب ڈاکٹروں کو زیادہ قیمتی تھے دیئے جاتے ہیں۔ اندرون ملک اور بیرون ملک کا نفرنسوں میں شرکت کے لیے سپانسر کیا جاتا ہے اور اکثر میڈیکل کانفرنسیں تو یہ کمپنیاں ہی سپانسر کرتی ہیں۔ اسی طرح پیشہ ورانہ ورکشاپس کا خرچ بھی یہ کمپنیاں اٹھاتی ہیں۔ اپنی دواؤں پر ریسرچ کا انتظام کرتی ہیں اور اس کے سارے اخراجات بھی برداشت کرتی ہیں جن میں بہت مہنگے ہوٹلوں میں ریسرچ میں حصہ لینے والے ڈاکٹروں کے اجلاس کا خرچ بھی شامل ہوتا ہے۔ اس طرح یہ کمپنیاں ڈاکٹروں کو ہر طرح سے Oblige کر کے ایک طرح سے زیر بار کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ تاکہ وہ ان کی مصنوعات کی فروخت میں معاون ثابت ہوں۔ اکثر کمپنیوں نے اپنے بجٹ میں ان کاموں کے لیے اچھی خاصی رقم مختص کی ہوئی

ہوتی ہیں۔ اگر خالص علمی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ان سب ہولتوں سے فائدہ اٹھانا کوئی برائی نہیں ہے کیونکہ طبی تعلیم و تحقیق کے فروع سے بالآخر عوامِ انسان کو ہی فائدہ پہنچتا ہے اور یہ کپنیاں بھی فائدے سے محروم نہیں رہتیں۔ خرابی تب شروع ہوتی ہے اگر ڈاکٹر ان مراعات سے فائدہ اٹھانے کے بعد انپنے آپ کو زیر بار (under obligation) محسوس کرے اور ان نوازشات کے بدالے میں ان کپنیوں کو کوئی ناجائز فائدہ پہنچانے پر مجبور ہو جائے۔

خرابی کی ایک صورت عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی ڈاکٹر کسی بھی یا سرکاری ادارے میں کسی ایسے منصب پر فائز ہو جہاں اسے بڑی مقدار میں ادویہ یا دوسرا طبی سامان خریدنے کا اختیار حاصل ہو یا وہ اس کے لیے فیصلہ کن انداز میں سفارش کر سکتا ہو تو یہ کپنیاں اسے زیر بار کر کے مفاد حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور اس کا نقصان اس ادارے کو اور بالآخر مریضوں کو پہنچتا ہے۔ دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ ادارے کے لیے وہ چیز خریدی جائے جو مطلوبہ معیار کے مطابق ہو اور کم سے کم قیمت پر دستیاب ہو۔ ایسے موقع پر اس ذمہ دارانہ عہدے پر فائز ڈاکٹر کو یہ بھول جانا چاہیے کہ کس کمپنی نے اس پر یا ہسپتال پر کیا کیا نوازشات کر رکھی ہیں اور وہ اس سے کیا توقع لگائے ہوئے ہیں۔

کچھ ادویات جو خصوصاً کینسر اور دل کے امراض میں استعمال ہوتی ہیں بے حد مہنگی ہیں اور ان کی ایک خوراک کی قیمت سانچھ ستر ہزار روپے تک ہو سکتی ہے۔ ایسی دوائیں بنانے والی بعض کمپنیوں نے بعد عملی کا یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ اگر کوئی ڈاکٹر ایسی دوا تجویز کرے تو اسے ہر نئے پر کیمیشن دیا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک گھناؤنی حرکت ہے اور اس سے وہی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن کا ذکر تشخیصی مرکز کو مریض سمجھنے اور اس پر کیمیشن حاصل کرنے میں ہو چکا ہے یعنی مریض پر غیر ضروری اضافی مالی بوجھ اور اس بات کا امکان کہ وہ دوا ان مریضوں کو بھی لکھ کر دی جائے گی جن کو اس کی ضرورت نہیں ہے یا بہت کم فائدے کی امید ہے جیسا کہ کینسر کے اکثر مریضوں میں Terminal Stage میں ہوتا ہے۔ اس بعد عملی کی ایک کم تر صورت یہ ہے کہ تمام نئے کسی خاص میڈیکل شور کو بھیجے جاتے ہیں اور اس سے

کمیشن طے کر لیا جاتا ہے۔

۵- مہنگی ادویات تجویز کرنا۔ مریض کے لیے نہیں لکھتے وقت کوشش کرنی چاہیے کہ اس کو موثر اور سستی ادویات تجویز کی جائیں۔ بہت سی مقامی دوا ساز کمپنیاں ایسی ہیں جو معیاری دوا میں بناتی ہیں اور ان کی قیمت بیرونی کمپنیوں سے بہت کم ہوتی ہے۔ ایک اچھے ڈاکٹر کو ان دواوں کی قیمتیوں کا بھی اندازہ ہونا چاہیے جو وہ لکھ کر دے رہا ہے اور مریض پر کم سے کم مالی بوجھہ ڈالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اسی طرح نئے میں ادویہ کی تعداد کم سے کم ہونی چاہیے۔ غیر ضروری دوائیں اور Tonics نئے میں شامل کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

۶- اشتہار بازی (Publicity)۔ بعض ڈاکٹر حضرات زیادہ سے زیادہ مریضوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے اشتہار بازی کے مختلف طریقے استعمال کرتے ہیں۔ اس کے لیے پہلک میڈیا کے مختلف ذرائع کا سہارا لیا جاتا ہے اور اکثر غلط دعوے بھی کیے جاتے ہیں اور مریض کو جھوٹی امیدیں دلائی جاتی ہیں مریضوں کے سامنے اپنی قابلیت، مہارت اور کامیابیوں کے مبالغہ آمیز قصے بیان کرنا، بڑے بڑے سائز بورڈ آؤریز اس کرنا۔ اپنے پیڈپر الجی چوڑی اسناد اور مختلف سوسائٹیوں کی ٹمبر شپ کا تذکرہ کرنا۔ ایسے ایسے تخصیصات کا ذکر کرنا جن کا کوئی وجود نہ ہو۔ یہ سب باقی اسلامی اخلاقیات کی رو سے بے حد معیوب اور ایک ڈاکٹر کے مرتبے سے فروخت ہیں۔ اس بارے میں اصولی بات یہ ہے کہ اگر ایک طبی ادارہ خالصتاً انسانی بنیادوں پر غیر تجارتی (Non-Commercial) مقصد کے لیے کام کر رہا ہے تو زیادہ سے زیادہ عوام الناس کو فائدہ پہنچانے کے لیے وہ پہلک میں اپنے تعارف کے لیے پہلی کے ذرائع استعمال کر سکتا ہے۔ یہ ایک بے لوث کام ہو گا اور کوئی ذاتی غرض (Vested Interest) اس کے پیچھے نہیں ہوگی۔ مثال کے طور پر ایک رفاهی ادارہ یہ اعلان کرے کہ اس نے کچھ امراض کی روک تھام کے لیے مفت یا انتہائی کم قیمت پر Vaccination کا انتظام کیا ہے اور غرباء اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو اس میں کوئی ہرج کی بات نہیں۔ لیکن تجارتی بنیادوں پر قائم کئے گئے بھی مطب اور ہسپتال اگر اشتہار بازی کریں تو یہ ایک انتہائی معیوب

اور ناپسندیدہ بات ہوگی۔ عام ضرورت کی چیزیں بچنے والے تجارتی اداروں کے لیے تو یہ بات بالکل جائز ہے کہ وہ اپنی مصنوعات کی فروخت کے لیے اشتہار بازی اور Marketing کے ذرائع استعمال کریں لیکن مریضوں اور امراض کو تجارتی مال بنانی ایک غیر انسانی حرکت ہے۔ اس شعبے میں انسانی اقدام، خدمت، بے لوٹ اور ہمدردی جیسے اصول ہی نہایاں رہنے ضروری ہیں۔

۷۔ غیر طبعی اداروں اور افراد سے کمیشن و صول کرنا۔ جس طرح کسی ہسپتال، نرنسگ ہوم، تشنجی مرکز، یہاں پری، ایکس رے سنتر، دوا ساز کمپنی، اور میڈیکل سٹور وغیرہ سے کمیشن و صول کرنا ایک غیر اخلاقی حرکت ہے اسی طرح غیر طبعی اداروں مثلاً ہوٹل، سڑائی، ریஸورٹ، نیکسی ڈرائیور، پارکنگ ایریا اور اس طرح دوسرا ہو گیا۔ اس میں افراد سے بھی کمیشن لینا میڈیکل پروفیشن کے وقار سے گردی ہوئی حرکت ہے جس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ بد قسمتی سے بہت سی ایسی بد عملیاں جو عام تجارتی معاملات میں ہمارے معاشرے میں جگہ پا چکی ہیں وہ آہستہ آہستہ میڈیکل پروفیشن میں سراہیت کرتی جا رہی ہیں اور مباح (Permissible) خیال کی جاتی ہیں۔ لیکن اس معاملے میں ایک مسلمان ڈاکٹر کو انتہائی احتیاط اور Vigilence سے کام لینا چاہیے اور تمام ایسی Practices سے اجتناب کرنا چاہیے جو بنیادی اخلاقی اقدار کی روشنی میں معیوب کبھی جاتی ہیں۔ اسے ہر دم اپنے غیر میرکی آواز کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور اس آواز کو روپے کے لائچ میں دبانیں دینا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط اور صحیح کے بارے میں ایک نہایت فتحی اصول بیان فرمایا ہے جو کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہے:

”حضرت وابصہ بن معبد بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا نیکی اور گناہ کی تعریف پوچھنے آئے ہو؟“
میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا تم اپنے دل سے فتویٰ لے لیا کرو۔ جس بات پر دل مطمئن ہو جائے اسے نیکی کی بات سمجھو اور جو تیرے دل میں کھٹک اور تردید پیدا کرے وہ گناہ کی بات ہے چاہے (اس کے جائز ہونے

کا) لوگ فتویٰ ہی دیتے ہوں۔“ (منداحمد۔ دارمی)

”حضرت نواس بن سمعان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ یہی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ کی بات وہ ہے جو تیرے دل میں ہٹکتی رہے اور تجھے پسند نہ ہو کہ لوگوں کو اس کی خبر ہو۔“ (مسلم)

اختیاط کا تقاضا ہے کہ جس چیز کے بارے میں شک پیدا ہو جائے اسے بھی چھوڑ دیا جائے یہی بدایت درج ذیل حدیث میں دی گئی ہے۔

”حضرت حسن بن علیؑ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سن کر یاد رکھی کہ جو چیز تجھے شک میں ڈال دے اسے چھوڑ کر وہ چیز اختیار کر جس میں شک محسوس نہ ہو کیوں کہ چاہی (میں دل کا) اطمینان اور تسلی ہے اور جھوٹ (سے دل میں) شک و اضطراب (رہتا ہے)۔“ (ترمذی)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عائدگی ہوئی پابندیوں کا احترام کرو اور ان کے قریب بھی نہ پھٹکو۔

”یہ اللہ تعالیٰ کی بائدگی ہوئی حدیث ہیں۔ ان کے قریب نہ پھٹکنا۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام لوگوں کے لیے وضاحت سے بیان کرتا ہے۔ تو قعہ ہے وہ غلط روی سے بچیں گے۔“ (آل عمرہ: ۱۸۷)

”یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ حدود اُنہی سے تجاوز کرتے ہیں وہی ظالم ہیں۔“ (آل عمرہ: ۲۲۵)

اسی ضمن میں ایک اہم بات ایک مسلمان ڈاکٹر کو اپنے ذہن میں یہ رکھنی چاہیے کہ عموم الناس اور خصوصاً مریض اور اس کے لواحقین کا ایک ڈاکٹر کی شخصیت کے بارے میں تصور عام انسانوں سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ ڈاکٹر کو ایک باوقار، ہمدرد، بے غرض، عالیٰ ظرف، دیانتدار اور ایثار پسند انسان تصور کرتے ہیں اور ڈاکٹر کی کوئی معمولی سی غلط حرکت بھی ان کے اس تصور کو بری طرح مجرور کر دیتی ہے۔

شعاڑِ اسلامی کا لحاظ

ایک مسلمان ڈاکٹر کو اپنی پیشہ و راندہ زندگی میں شعاڑِ اسلامی کا پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔
ان میں ایک اہم بات نماز اور اس کے وقت پر ادا کرنے کی پابندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن
حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

”پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے اور بیٹھئے اور لیئے ہر حال
میں اللہ کو یاد کرتے رہو اور جب اطمینان نصیب ہو جائے تو پوری نماز
پڑھو۔ نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندی وقت کے ساتھ اہل ایمان پر
لازم کیا گیا ہے۔“ (التساء۔ ۱۰۳)

”اپنے اہل و عیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔ ہم
تم سے کوئی رزق نہیں چاہتے رزق تو ہم ہی تحسیں دے رہے ہیں اور انجام
کی بھلائی تقویٰ ہی کے لیے ہے۔“ (ط۔ ۱۳۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے متعدد ارشادات میں نماز کے صحیح وقت پر ادا
کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ پانچ نمازوں میں
جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے تو جس شخص نے بہتر طریقہ
پروضو کیا۔ اور ان نمازوں کے مقررہ وقتوں میں ان کو ادا کیا اور رکوع وجود
نہیں سے کئے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے سامنے نمازوں میں جھکا رہا تو اللہ
نے اس کی مغفرت اپنے ذمے لے لی اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اس کے
لیے اللہ کا یہ وعدہ نہیں ہے۔ اگر چاہے گا تو اسے بخش دے گا چاہے گا تو

عذاب دے گا۔" (ابوداؤد)

ڈاکٹر کی مصروف زندگی میں اس بات کا احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ اوقات کی پابندی کے ساتھ نماز ادا نہ کر سکے۔ اس پریشانی سے بچنے کے لیے اسے چاہیے کہ اپنی مصروفیات اور کلینک کے اوقات اس طریقے سے ترتیب دے جس میں نمازوں کے اوقات کا لحاظ رکھا گیا ہو اور اسے خشوع و خضوع کے ساتھ نمازیں ادا کرنے کا وقت مل سکتا ہو جیسا کہ اور پر کی آیات اور حدیث میں تلقین کی گئی ہے۔

نماز کی پابندی کے ضمن میں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اور نبی کریم نے با جماعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ درج ذیل قرآنی آیت اور حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد کرنے والے تو وہی ہوتے ہیں جو اللہ اور روز آختر پر ایمان لا کیں۔ نماز قائم کریں۔ زکوٰۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نذر نہیں۔ انہی سے یہ توقع ہے کہ سیدھی راہ چلیں گے۔" (التوبہ۔ ۱۸)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کی جماعت سے الگ تھلک اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز کے مقابلہ میں با جماعت نماز تباہیں درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔" (بخاری۔ مسلم)

یعنی ہمارے دین نا صرف نماز کی صحیح وقت پر ادا سمجھ کا مطالبہ کرتا ہے بلکہ با جماعت نماز ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ سرکاری اور نجی ہسپتاں میں اس بات کا اہتمام کرتا چاہیے کہ وہاں مسجد ضرور تعمیر کی جائے یا کم از کم نماز کے لیے ایک کرہ مختص کر دیا جائے۔ جہاں ہسپتال کا عملہ و مریض اور ان کے لو احیثیں وقت پر نماز ادا کر سکیں اور با جماعت نماز کا بھی انتظام کیا جائے۔

نماز کی پابندی کے بارے میں یہ بات بھی منظر رکھنی چاہیے کہ ہمارے دین کی تعلیمات کے مطابق ایک انسانی جان سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں۔ اس لیے اگر کبھی کوئی

ایم جنسی کی صورت حال پیدا ہو جائے اور ڈاکٹر کسی مریض کی جان بچانے میں مصروف ہو اور اس بات کا خطرہ ہو کہ اگر مریض کو اکیلا چھوڑ دیا جائے گا تو اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا تو ایسی صورت میں مریض کی جان بچانا زیادہ اہم ہے اور نماز کو موخر کر دینا ضروری ہو جاتا ہے۔

اسلامی معاشرے میں یہ ایک پسندیدہ بات ہے کہ اسلامی شعائر کا حج چاہو اور لوگ انہی کے حوالے سے بات کریں اور اپنے معمولات طے کریں۔ مثال کے طور پر جب ایک مسلمان ڈاکٹر مریض کو دوا استعمال کرنے کے اوقات ہتار ہا ہو یا لکھ کر دے رہا ہو تو یہ کہنے کی بجائے کہ یہ دو اصح دو پھر شام استعمال کرنی ہے اسے یہ کہنا چاہیے کہ یہ دو فجر، ظہر اور عشاء کی نماز کے بعد لینی ہے۔

اسی طرح رمضان کے مہینے میں جو مریض روزہ رکھ سکتے ہوں ان کو روزہ رکھنے سے منع کرنے کی بجائے ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اور ان کی دوا کے اوقات سحری اور افطاری کے لحاظ سے اسی طرح ترتیب دیے جائیں کہ علاج میں کوئی ہرج واقع نہ ہو۔ یہ بات خصوصاً ان مریضوں کے لیے ضروری ہے جنہیں کسی بھی بیماری کے لیے مستقل دوا استعمال کرنا پڑتی ہے۔

اسلامی شعائر میں حج اور عمرہ بھی بہت اہم ہیں۔ اس بارے میں بعض اوقات خواتین کو ایام حیض کے مسئلے کا سامنا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ان کے حج اور عمرہ کی تاریخوں کا لحاظ کر کے ان کے ایام حیض کو موخر کرنے کے بارے میں مشورہ دے سکتا ہے تاکہ وہ تمام مناسک طہارت کی حالت میں مکمل کر سکیں اور حریمن کی حاضری سے بھی محروم نہ رہیں۔

وقت کی پابندی

وقت کی پابندی ایک اچھی عادت ہی نہیں، ایک اہم اسلامی شعار بھی ہے۔ اس کی حیثیت ایک عہد کی ہی ہے۔ جب کوئی شخص کہیں ملازم مقرر ہوتا ہے تو وہ آجر سے یہ معاملہ کرتا ہے کہ وہ روزانہ ان اوقات میں ذیوٹی سر انجام دے گا۔ یہی حیثیت ان ڈاکٹروں کی ہے جو کسی ادارے میں یا سرکاری ہسپتال میں ملازمت کرتے ہیں جو ڈاکٹر اپنا نجی لکینک یا ہسپتال چلاتے ہیں وہ بھی اپنے اوقات کا مقرر کرتے ہیں اور اس طرح وہ مریضوں سے یہ عہد کر لیتے ہیں کہ وہ ان اوقات میں ان کو مشورہ دینے کے لیے موجود رہیں گے۔ اور اگر کسی مریض نے پہلے سے با قاعدہ Appointment لے رکھی ہے تو یہ عہد مزید پختہ ہو جاتا ہے جس کی خلاف ورزی اسلامی اخلاقیات میں ایک گناہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ عہد کی پابندی کے بارے میں قرآن اور احادیث میں سخت تاکید کی گئی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

”عہد کی پابندی کرو۔ بے شک عہد کی پابندی کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہوگی۔“ (بی اسرائیل - ۳۲)

ای موضع پر ایک حدیث رسول درج ذیل ہے۔

”حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کم ہی کوئی ایسا خطبہ دیا ہو گا جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ جس شخص میں امانت نہیں اس کا ایمان بھی کچھ نہیں اور جس میں وفائے مہمنہیں اس کا دین بھی کچھ نہیں۔“ (شعب الایمان)

طبعی شعبہ میں وقت کی پابندی کی اہمیت مزید و چند اس لیے بھی ہو جاتی ہے کہ یہاں معاملہ ایک مریض کا ہے جس کو وقت پر ڈاکٹر کی مدد و ستیاب نہ ہونے سے اس کے مرض اور

تکلیف میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے اور اس کی زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔

لِلْمُذَلِّلِ لِتَّعْلِمُ

لِمَنْ أَجْرَى اللَّهُ لَهُ إِيمَانَكَ لِمَنْ شَرِكَ بِاللهِ إِنَّمَا يَأْتِي
بِهِمْ بِمَا كَسَبُوا وَمَا لَهُمْ بِاللهِ إِنْ هُمْ بِشَيْءٍ أَنْتَ
جَنِّيْلُهُمْ إِنْ أَبْرَأُنَاهُمْ فَلَمَّا كَانَ الْمَوْلَى
رَأَى إِيمَانَهُمْ كَانَتْ لَهُمْ فِي أَنْتَهِيَّاتِ
الْأَرْضِ مُقْرَبُونَ إِنْ أَنْجَيْتَهُمْ لَمْ يَأْتِكَ
مُؤْمِنُونَ إِنْ أَنْجَيْتَهُمْ لَمْ يَأْتِكَ

”لَا يَأْتِي مُؤْمِنٌ بِمَا يَعْلَمُ لَكُمْ لِمَنْ أَنْجَيْتُ
لَهُمْ“

(۱۷۲۰ لِلْمُذَلِّلِ لِتَّعْلِمُ)

لِمَنْ أَنْجَيْتَهُمْ لَمْ يَأْتِهِمْ كَمَا يَأْتِي
كَمَا يَأْتِي مُؤْمِنٌ بِمَا يَعْلَمُ لَكُمْ لِمَنْ أَنْجَيْتُ
لَهُمْ لِمَنْ أَنْجَيْتَهُمْ لَمْ يَأْتِهِمْ كَمَا يَأْتِي
كَمَا يَأْتِي مُؤْمِنٌ بِمَا يَعْلَمُ لَكُمْ لِمَنْ أَنْجَيْتُ
(رَدَّ الْأَسْعَادِ) ”رَدَّ الْأَسْعَادِ“

لِمَنْ أَنْجَيْتَهُمْ لَمْ يَأْتِهِمْ كَمَا يَأْتِي
کَمَا يَأْتِي مُؤْمِنٌ بِمَا يَعْلَمُ لَكُمْ لِمَنْ أَنْجَيْتُ

نے۔ دیوبندی مذاہدہ خواجہ احمد رضا حنفی کا مذکور ہے۔

جس نے دلخواہ بولیا تھا لہوں پر عصمتی

خواتین مریض

چیز پر اپنے لئے انتہا کیا تو اس کی وجہ سے اپنے پر عصمتی

اصولہ ایک اسلامی معاشرہ میں تعلیمی اداروں کی طرح خواتین کے لیے ہسپتال اور ڈپنسریاں بھی بالکل الگ بنی چاہیں جہاں اور پر سے یقیں تک تمام طبی اور انتظامی عملہ خواتین پر مشتمل ہو اور حکومت کو اس بات کا انتظام کرنا چاہیے کہ ہر شعبہ میں ماہر خواتین ڈاکٹر اور پیرامیدی یکل شاف اور انتظامیہ سے متعلق شاف ان ہسپتاں میں مہماں کیا جائے۔ ایک بڑے ہسپتال کو مکمل طور پر دو حصوں میں تقسیم کر کے عورتوں اور مردوں کے لیے دو الگ الگ شعبے بنائے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح چھوٹے ہسپتاں میں بھی عورتوں کے لیے خواتین پر مشتمل عینہ استقبالیہ، ڈاکٹروں، نرسوں اور ڈپنسروں کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔

ایسی مثالی صورت حال کی غیر موجودگی میں زیادہ سے زیادہ اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ مردوں اور عورتوں کا اخلاط کم سے کم ہو۔ اگر کہیں خواتین مریضوں کے علاج کے لیے خواتین ڈاکٹر دستیاب نہ ہوں تو ایسی ناگزیر صورت میں مرد ڈاکٹر بھی خواتین مریضوں کا معاملہ کر سکتے ہیں لیکن درج ذیل باتوں کی احتیاط لٹھوڑ رکھنا ضروری ہے۔

۱- مریضہ کا معاشرہ کرتے وقت مریض کی کوئی خاتون رشتہ دار یا ہسپتال

کی کوئی نرس موجود رہنی چاہیے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے: ”مگر آدمی کو کسی عورت کے ساتھ تباہیں ہونا چاہیے الایہ کہ وہ اس کی محروم ہو۔“ (بخاری) (ناہیں نقشہ)

۲- ایک مسلمان مرد ڈاکٹر کو عورتوں سے نظر ہٹانا کربات کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ””مومنوں کو ہدایت کرو کہ وہ اپنی نگاہیں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی پرده پوشی کریں۔ بے شک اللہ باخبر ہے ان چیزوں سے جو وہ کرتے ہیں۔“ (النور۔ ۲۳)

۳۔ گورت کے جسم کے کسی بھی حصے کو بلا ضرورت برہنہ کیا جائے۔ صرف

اتنا ہی معائنہ کیا جائے جتنا ضروری ہے۔

ای طرح اگر کسی ناگزیر صورت حال میں ایک خاتون ڈاکٹر کو کسی مرد مریض کا معائنہ کرنا پڑے تو اسے بھی یہ تمام احتیاطیں ملاحظہ رکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

میڈیکل کالجوں میں تعلیمی ضرورت کے لیے طلباء کے سامنے وارڈ میں یا آؤٹ ڈور میں Demonstration کی جاتی ہیں۔ یہاں بھی اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ ایک خاتون مریضہ کو صرف طالبات ہی کے سامنے Demonstrate کیا جائے اور طلباء کے لیے مریض مردوں کا انتخاب کیا جائے۔ جہاں ایسا کرنا ممکن نہ ہو یا تعلیمی ضرورت کے لیے یہ اصول توڑنا پڑے تو جاپ اور شرم و حیا کے تقاضے پورے کرنے کا اہتمام کرنا ضروری ہو گا۔

اس ضمن میں خواتین مریضوں کے ساتھ ساتھ خواتین نرزوں کے معاملہ کی طرف بھی۔

تو جہ دلانا ضروری ہے۔ بد قسمتی سے مغرب کے جاپ اور شرم و حیا سے عاری معاشرہ کی نقل کرتے ہوئے۔ اسلامی معاشروں میں بھی یہ رواج عام ہو گیا ہے کہ مردوں اور عورتوں دونوں طرح کے مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے خواتین نرزوں میں عموماً مقرر کی جاتی ہیں۔ مردانہ وارڈوں میں خواتین نرزوں کو مقرر کرنا اسلام کی جاپ کے بارے میں بنیادی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے اور اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اصولاً مردانہ وارڈوں میں صرف Male Nurse متعین کیے جائیں اور خواتین نرزوں میں صرف خواتین مریضوں کے لیے منصوص ہوں۔ اس اصول کا لحاظ اپریشن تھیٹر اور تشیعی مراکز میں بھی رکھنا چاہیے۔

خواتین ڈاکٹروں اور نرسوں کیلئے ہدایات

ایک اسلامی معاشرہ میں مثالی صورت حال تو یہ ہوئی چاہیے کہ زنانہ اور مردانہ ہسپتال الگ الگ ہوں اور اسی لحاظ سے وہاں زنانہ اور مردانہ عملہ بھی معین ہو۔ لیکن عملی طور پر ناجیع معنوں میں اس وقت کوئی اسلامی معاشرہ موجود ہے اور ناہی اسلامی حکومت۔ اس لیے مجبوراً ایک ہی ہسپتال میں مردا اور خواتین ڈاکٹروں، نرسوں اور دیگر عملے کو مل جل کر کام کرنا پڑتا ہے۔ اس سے اخلاقی خرابیاں پیدا ہونے کا امکان ہر وقت موجود رہتا ہے۔ لیکن اگر اس صورت حال سے متعلق اسلامی شریعت نے جو ہدایات دی ہیں ان پرختی سے عمل کیا جائے تو ایسی تمام خرابیوں سے بچا جاسکتا ہے۔ مندرجہ ذیل امور کا خاص طور سے خیال رکھنا ضروری ہے:

۱- لباس شرعی کا اہتمام۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلوٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں (کہ وہ شریف عورتیں ہیں) اور نہ ستائی جائیں۔ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔" (الاحزاب۔ ۵۹)

اس آیت سے یہ حکم نکلا ہے کہ ایک مسلمان عورت کو اگر مردوں کے سامنے آتا پڑے تو اپنا پورا جسم بڑی چادر میں پیٹ کر اور چہرہ چھپا کر آتا چاہیے۔ لیذی ڈاکٹروں کے لیے ایک لمبا ڈھیلا ڈھالا کوٹ چادر کا بدلتا ہو سکتا ہے اور چہرہ چھپانے کے لیے مناسب جاپ جس میں صرف آنکھیں نگلی ہوں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۲- گفتگو میں احتیاط۔ سورہ احزاب کی آیت ۳۲ میں اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے توسط سے تمام مسلم خواتین کو یہ ہدایت کی ہے کہ "اگر تم اللہ

سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کر خرابی میں جتنا کوئی شخص لائق میں پڑ جائے۔ بلکہ صاف اور سیدھی بات کرو۔“ یعنی ایک مسلمان عورت کو غیر محروم مردوں سے لوچدار آواز میں نہیں اور لجاجت سے بات کرنے کی بجائے کھری اور کھر دری بات کہنی چاہیے۔ تاکہ کوئی مرد اس کی گفتگو سے کوئی غلط مطلب نہ لے بیٹھے۔ اسی طرح اس بات کی کوئی سمجھائش باقی نہیں رہتی کہ ایک مسلمان لیڈی ڈاکٹر مردانہ شاف میں جیسے کہ ہنس نہیں کر دیجپ انداز میں گپ شپ کرے۔

۳- مردوں سے کم سے کم اخلاق۔ خواتین ڈاکٹروں کو اس بات کی کوشش نکلنی چاہیے کہ مردوں سے چاہے وہ ڈاکٹر ہوں یا مریض کم سے کم اخلاق ہو۔ ان سے ضرورت سے زیادہ بات نہ ہو اور وہ ان کے ساتھ تہائے ہوں اس بارے میں درج ذیل حدیث میں واضح بدایت موجود ہے:

”حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا کہ کوئی نامحرم آدمی کسی عورت سے تہائی میں ملے اور وہاں تیسر اشیطان موجود نہ ہو۔“ (جامع ترمذی)

۴- زیب و زینت سے احتراز۔ ایک مسلم خاتون کی زیب و زینت صرف اپنے شوہر کے لیے ہے یا جہاں صرف عورتیں موجود ہوں وہاں اس کی اجازت ہے۔ ایک مسلمان لیڈی ڈاکٹر یا زس کو اپنی ڈیوٹی کے دوران شوخ میک اپ، تیز خوشبو، اور بھر کیلے لباس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ مردوں کے لیے کوشش کا باعث نہ ہو۔

۵- علیحدہ شاف روم۔ بڑے ہمتا لوں میں خواتین ڈاکٹروں کے لیے علیحدہ شاف روم کا اہتمام کرنا چاہیے جہاں مردوں کا داخلہ بند ہوتا کہ یہ خواتین آزادی سے اپنے حجاب اور کوٹ وغیرہ اتار کر آرام کر سکیں۔

ساتھی ڈاکٹروں سے تعلقات

طبی شعبے میں ساتھی ہم پیشہ افراد سے تعلقات بے حد اہمیت کے حامل ہیں۔ پیشے کا مقصد مل جل کر مرضیوں کے مصائب کا مداوا کرنا ہے۔ یہ تقویٰ اور نیکی کا کام ہے جس میں ڈاکٹروں کو ایک دوسرے سے زیادہ تعاون کرنا چاہیے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

”تم نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور ظلم

میں تعاون نہ کرو۔“ (المائدہ ۲-۴)

ڈاکٹروں کو ایک دوسرے کے مرضیوں کے علاج میں خوش دلی سے مدد کرنی چاہیے۔ دوسرے شعبوں میں اور عام تجارت میں جو پیشہ و رانہ رقبات دیکھنے میں آلتی ہے میڈیکل پروفیشن کو اس سے بالکل پاک ہوتا چاہیے۔ باہمی تعاون کو فروغ دینے کے لیے ڈاکٹروں کی ایک پیشہ و رانہ تنظیم کی موجودگی بہت موثر ہو سکتی ہے جس کے فورم پر ایک آبادی یا علاقے کے ڈاکٹر آپس میں باہم ملتے رہیں اور رابطہ برقرار رہے۔ بہت سے کام اجتماعی طریقہ سے ہی انجام پاسکتے ہیں جس کے لیے ایسی تنظیم کا ہونا ضروری ہے۔ اس کے تحت ڈاکٹر ہفتہ دار یا ماہوار اجتماعی پروگرام تشكیل دے سکتے ہیں۔ ان اجتماعات کو نا صرف دینی تربیت کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے بلکہ پیشہ و رانہ اور سوچ سرگرمیوں کا ذریعہ بھی بنایا جا سکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے پروگرام، درس قرآن، درس حدیث، کسی طبی موضوع پر گفتگو Case Presentation وغیرہ ان اجتماعات کا ایجمنڈ ہو سکتے ہیں۔ نیز اس فورم کو اجتماعی طور پر خدمتِ خلق کے پروگرام تشكیل دینے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

پیشے کا وقار اور خوفِ خدا اس امر کے مقاضی ہیں کہ ڈاکٹروں کو ایک دوسرے کے خلاف ہر قسم کی بدگمانی اور غیبت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت گمان کرنے سے پر ہیز کرو۔ بعض
گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ
کرے۔ کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا
گوشت کھانا پسند کرے۔ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو
اللہ ہذا اتو بے قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔“ (ال مجرمات - ۱۲)

قرآن کی یہ نصیحت ہم لوگوں کے لیے انتہائی قیمتی ہے کیونکہ کافر یہ دیکھا گیا ہے کہ
ڈاکٹر مریضوں کے سامنے دوسرے ڈاکٹروں اور ہسپتا لوں کی برائیاں اور کمزوریاں بیان
کرتے ہیں اور ان سے تنفس کرتے ہیں۔ مقصد تھوڑے بہت مالی فائدے کے اور کچھ نہیں
ہوتا۔ صحیح روایہ یہ ہے کہ ڈاکٹر ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے، محبت، یگانگت اور خوش
گمانی کا طرزِ عمل اپنا میں۔ اور اگر ان میں کوئی اخلاقی یا پیشہ ورانہ غلطی پائیں تو اسے مریضوں
یا پیلک کے سامنے بیان کرنے کی بجائے خاموشی اور نرمی سے سغلقہ ڈاکٹر کے علم میں لا سیں۔
اور اسے حکمت سے اصلاح کی طرف راغب کریں۔

امانت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ایک ڈاکٹر اپنے مریض کو کسی مشورے یا تشخیصی عمل کے
لیے دوسرے ڈاکٹر کے پاس بھیجے تو دوسرا ڈاکٹر اپنی رائے دے کر مریض کو واپس اسی ڈاکٹر
کے پاس بھیج دے اور خود اس کا علاج کرنے کی کوشش نہ کرے الایہ کہ پہلا ڈاکٹر اس سے
با قاعدہ لکھ کر درخواست کرے اور آئندہ علاج کے لیے خود مریض اس کے پروردگار دے۔

اخلاقیات کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اگر کوئی ڈاکٹر خود بیمار ہو جائے یا اس کا کوئی قریبی
عزیز کسی مرض میں بیٹلا ہو اور وہ کسی دوسرے ڈاکٹر سے مشورہ اور علاج کے لیے رجوع کرے
تو اس صورت میں اس ڈاکٹر کو اپنی مشورہ فیس تو بالکل وصول نہیں کرنی چاہیے اور اس کے
علاوہ بھی اس کے اخراجات میں بھنپی رعایت ممکن ہو کرنی چاہیے۔ مثال کے طور پر اگر سرجری
کی ضرورت ہے تو سرجن کو اپریشن مفت کر دینا چاہیے۔ اور اسی طرح ایسی تمام خدمات جن
کے لیے معاف ڈاکٹر کو اپنی جیب سے کچھ خرچ کرنا نہیں پڑتا بلکہ معاوضہ کے مہیا کر دینی

چاہئیں۔ اس طرزِ عمل سے ہم پیشہ افراد کے درمیان محبت، یگانگت اور ایثار کے جذبات کو فروغ حاصل ہو گا۔

ہات بخوبی، لذات بخوبی، تبھی لذت، لذت بخوبی، لذت بخوبی۔

مسلم ڈاکٹر کے خصوصی اوصاف

اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اس دنیا میں صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں۔ ارشادِ ربانی ہے:

”میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے وہ میری

عبادت کریں۔ میں ان سے رزق نہیں چاہتا۔ بے شک اللہ ہی روزی

رسان، زور آور اور قوت والا ہے۔“ (الذاریات۔ ۵۶-۵۷)

لفظ عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ یہ انسان کی پوری زندگی پر محیط ہے۔ اس میں بنیادی بات یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اللہ ہی کا بندہ و غلام سمجھے اور زندگی کے تمام معاملات میں اسی کی ہدایت اور احکامات کی تعمیل کرے اور اسی کی پوجا و پرستش کرے۔ ایک مسلمان ڈاکٹر کو بہترین مسلمان بننے کی کوشش کرنی چاہیے اور اپنے اندر درج ذیل صفات کو پروان چڑھانا چاہیے۔

۱۔ خوفِ خدا (تقویٰ)۔ ایک مسلمان کو اللہ کی ناراضی اور غضب سے بچانے والی چیز اگر کوئی ہے تو وہ اللہ کا خوف یا تقویٰ ہے تقویٰ کی یہ صلاحیت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور گناہوں سے بچنے کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔ تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان ہر اس چیز کو اپنائے جو اللہ کی رضا کا ذریعہ بنے اور اس کو چھوڑ دے جو اس کی ناراضی کا باعث ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اے ایمان والوں اللہ سے ڈر و جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور

تحمیل موت نہ آئے مگر اس حالت میں کتم مسلم (مطیع فرمان) ہو۔“

(آل عمران۔ ۱۰۲)

-۲۔ اخلاص نیت۔ ایک مسلمان کی نیت کو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خالص ہونا چاہیے اور اس کے ہر عمل کو اسلام کی سبز بلندی اور مسلمانوں کے معاوی کے لیے ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "۱۔ اَنَّمَا يُحِبُّ اللَّهُ عَبْدٌ إِذَا أَنْجَلَ اللَّهُ عَزَّ ذِيَّلَةَ الْمُنْذَرِ إِذَا حَمَدَ اللَّهَ عَزَّ ذِيَّلَةَ الْمُنْذَرِ" اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر کے، یکسو ہو کر اس کی بندگی بھریں۔ اور نمازوں قائم کریں اور روزگار کوہ دیں۔ یہی نہایت صحیح اور درست دین ہے۔" (ابیہ۔ ۵)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اموال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق اسی بدلہ دیا جائے گا۔" (بخاری و مسلم)

-۳۔ پاکیزگی دل۔ ایک مسلمان کے دل کو ریاء، کبر، بغض اور حسد اور اس کی زبان کو جھوٹ، غیبت اور بہتان سے پاک ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "۱۸۔ اُر لُوگوں سے بے رحم نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل اللہ کسی اکڑنے والے کو پسند نہیں کرتا اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو پست رکھ۔ ۱۹۔ شک سب آوازوں سے مکروہ آواز گدھے کی آواز ہے۔" (سورہ لقمان۔ ۱۸-۱۹)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بولے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرنے تو وعدہ خلائقی کرے اور جب اسے امانت دی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (تفہیم علیہ)

-۴۔ ذمہ داری کا گبرا شعور۔ ایک ڈاکٹر کے اندر یہ احساس ہتنا گہرا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مریضوں کے دکھ درد کا مدد ادا کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اتنا ہی وہ مریضوں کی تکلیف اور پریشانی کو دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "۱۷۔ اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو جب بھی کوئی کام کرے اسے

نہایت اچھی طرح انجام دے۔” (ابوداؤد)

۵۔ اسلامی طرز زندگی سے وابستگی۔ ایک مسلمان ڈاکٹر بننے سے پہلے بھی مسلمان ہی ہوتا ہے لیکن جب وہ ڈاکٹر بن جاتا ہے تو اس کی ذمہ داریاں دو چند ہو جاتی ہیں۔ اپنی پیشہ درانہ ذمہ داریوں کی ادائیگی کے دوران بے شمار لوگوں سے اس کا رابطہ ہوتا ہے۔ ان سب لوگوں کے لیے اس کا کردار ایک نمونے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے اسے بہترین کردار اور اسلامی طرز زندگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اور درج ذیل امور پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

الف: حفاظت نماز۔ اسے نمازوں کے اوقات کا خاص خیال رکھنا

چاہیے اور با جماعت نماز ادا کرنی چاہیے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ”با جماعت نماز انفرادی نماز سے ستائیں گناز یادہ افضل ہے۔“ (تفقیع علیہ):

ب: صدق۔ اسے ہر حال میں حج بولنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو تو یہ اختیار کرو اور پھر میں شامل ہو جاؤ۔“ (التوبہ۔ ۱۱۹)

ج: امانت۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے بارے میں فرمایا ہے: ”یہ لوگ ہیں جو اپنے عہدوں اور امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔“ (المعارج۔ ۳۲) د: ایقاۓ عہد۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”عہد کو پورا کرو کیوں کہ عہد کی پریش ہوگی۔“ (الاسراء۔ ۳۲)

ر: تواضع۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”مؤمنین پر شفقت کرو۔“ (الحجر۔ ۸۸)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”وہ شخص کبھی بھی جنت میں داخل نہ ہو گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو۔“ (بخاری)

س: صبر۔ اسے مریضوں کی تکالیف سنتے وقت اور ان کی طویل بیماری میں علاج کے دوران صبر اور تحمل سے کام لینا چاہیے۔ اور اس کے اجر کی

توقع اللہ ہی سے رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وَهُوَ صَرِيكَتْ
وَالْوَوْنَ كَوْبَ حَسَابَ اجْرَ دَعَى گَا۔“ (الزمر۔ ۱۰)

۶۔ ضرورت مندوں کی مدد۔ ایک مسلمان ڈاکٹر کو ہر محتاج کی مدد کرنی چاہیے۔ اور اس
معاملے میں کسی بھی فرق یا انتیاز کو بخوبی نہیں رکھنا چاہیے۔

”حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:
”مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ ناقو وہ اس پر ظلم کرتا ہے، نا اس کو بے
یار و مددگار چھوڑتا ہے اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا اللہ اس کی
 حاجت پوری کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پریشانی دور کرے گا۔ اللہ
تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پریشانی دور کرے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان
کی پرده پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پرده پوشی کرے
گا۔“ (بخاری و مسلم)

ضرورت مندوں کی مدد میں اخلاقی اور مالی ہر طرح کی مدد شامل ہے۔ مالی مدد کے لیے
ایک مسلمان ڈاکٹر کو زکوٰۃ کی پابندی سے ادا نیکی اور صدقات کا خصوصی اہتمام کرتا چاہیے۔
۷۔ دین کافیم۔ ایک مسلمان ڈاکٹر کو دین کافیم حاصل کرنے اور اس میں اضافہ کے لیے
مسلسل کوشش کرنی چاہیے۔ اپنے اوقات کار میں اسے مطالعہ قرآن و حدیث اور اسلامی
لٹرچر کے مطالعہ کے لیے کچھ وقت ضرور مختص کرنا چاہیے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ”اللہ جس
شخص سے محبت کرتا ہے۔ اسے دین کافیم عطا کر دیتا ہے۔“ (ترمذی)

۸۔ قول و کردار سے دعوت الی اللہ۔ ایک مسلمان ڈاکٹر کو اپنی پیشہ و رانہ زندگی میں بے
ثمار لوگوں سے رابطہ کا موقع ملتا ہے اس رابطے کو دعوت الی اللہ کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ
کا ارشاد ہے:

”اس سے بڑھ کر اچھی بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف بلائے اور
نیک عمل کرے اور کہہ کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔“ (حمد المسجدہ۔ ۳۳)

نیک اسلام کے نتائج اور اعلیٰ حکایت رہی ہے اسی وجہ سے

(اصلی) نہیں بلکہ اسلام کے نتائج اسی وجہ سے

بڑے بڑے نتائج کے لئے ایسا مطلب ہے کہ اسلام کے نتائج اسی وجہ سے

بڑے بڑے نتائج کے لئے ایسا مطلب ہے کہ اسلام کے نتائج اسی وجہ سے

پاکستان اسلام کی میڈیا کل ایسوی ایش

نصب العین

اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق
انسانی زندگی کی تعمیر اور خدمتِ خلق کے ذریعے رضاۓ الہی کا حصول۔

اغراض و مقاصد

☆ دینی اور اخلاقی تعلیم و تربیت۔

☆ پیشہ و رانہ مہارت کا حصول۔

☆ دعوت دین۔

☆ خدمتِ خلق۔

☆ شعبہ طب کے مسائل کا حل۔

☆ طبی تعلیم اور قومی ہمیلتھ پالیسی کو اسلامی خطوط پر استوار کرنا۔

ڈاکٹر کا حل

- میں خدائے بزرگ و برتر کو گواہ بنائے کر عہد کرتا ہوں کہ میں اپنے فرائض کی ادائیگی میں خدائی ہدایات کو رہنمائی کروں گا۔
- ہر لحظہ تمام حالات میں انسانی زندگی کی حفاظت کروں گا۔ اسے موت، بیماری، اذیت اور بے چینی سے نجات دلانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔
- لوگوں کے وقار اور مرتبے کو قائم رکھوں گا، ان کے بخی معاملات کو مخفی رکھوں گا اور ان کے رازوں کی حفاظت کروں گا۔
- اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اپنے پرائے، اچھے بڑے اور دوست دشمن سب تک اپنی خدمات حاضر رکھوں گا۔
- اپنے علم اور مہارت کو ہمیشہ انسانیت کی بھلائی، ہی کی خاطر استعمال کروں گا۔
- اپنے اساتذہ کا احترام کروں گا۔ ماتحت ساتھیوں تک علم پہنچاؤں گا ہم پیشہ افراد کے ساتھ رشتہ اخوت استوار رکھوں گا۔
- خلوت اور جلوت میں اپنے ایمان کی حفاظت کروں گا۔ ہر اس کام سے اجتناب کروں گا جو مجھے خدا، اس کے رسول اور اپنے دینی بھائیوں کی نظر میں شر مساڑ کرے۔
- اللہ تعالیٰ مجھے یہ عہد پورا کرنے کی توفیق دے۔

آمین